مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلہ

انصار الدین

جلد ۱۹ نمبر ۶

نومبر و دسمبر ۲۰۲۱ء   نبوت و فتح ۱۴۰۰ ہجری شمسی   ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۴۳ ہجری قمری



غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِيْ رَحْمَتِيْ وَقُدْرَتِيْ

میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور اپنی قدرت کا درخت لگایا۔

(تذکرہ صفحہ 428 ایڈیشن چہارم)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

نومبر و دسمبر 2022ء

انصارالدین

جلد 19 نمبر 6

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (ان شاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن

مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی
میر انجم پرویز

مینیجر: شفقت محمود ملک
ڈیزائننگ: عامر ملک

Ansaruddin
33 Gressenhall Road,
SW18 5QH London
United Kingdom
E: ansaruddin@ansarullahuk.org

درس القرآن

اللہ تعالیٰ زبان کی ایک بڑی خرابی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۔ (المومنون:4)

اور وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

جن لغویات کا تعلق زبان سے ہے اُن میں بد زبانی اور ناواجب سختی بھی شامل ہے۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

’’......تیسری بات جو قابل ترک ہے وہ سخت کلامی اور درشتی ہے۔ یہ بھی بہت بڑا عیب ہے۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے بھائی کے احساسات کا خیال نہیں رکھتے۔ ذرا ذرا سی بات پر گالی دے دیتے ہیں یا سخت کلامی سے پیش آتے ہیں۔ مثلاً بجائے اس کے کہ مجلس میں آ کر کہیں جگہ دیجیے یہ کہہ دیں گے کہ ’کس طرح لتاں پسار کے بیٹھے ہوئے ہو؟‘ یعنی پاؤں پھیلا کر کیوں بیٹھے ہو؟ ایسے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر کسی سے کوئی مطالبہ کریں گے تو سختی سے اور کسی کا کچھ دینا ہوگا تو اس سے بھی لڑیں گے۔ ان میں نرمی، محبت اور آشتی نہیں ہوگی۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ لڑائی، دنگا اور فساد ایسی ناپسندیدہ باتیں ہیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں وہاں سے خدا تعالیٰ کی برکتیں جاتی رہتی ہیں۔......

تم کسی پر درشتی اور سختی نہ کرو بلکہ ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ اس میں دونوں کا فائدہ ہے۔ لیکن اگر ایک درشتی کرتا ہے تو دوسرے کو چاہیے کہ نرمی اختیار کرے۔ اس طرح درشتی کرنے والا خود بخود شرمندہ اور نادم ہوگا اور معافی مانگے گا۔ ورنہ اگر دوسرا بھی درشتی کرے گا اور اس طرح بات بڑھے گی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں کا ایمان جاتا رہے گا اور دونوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

پھر درشت کلامی سے گالیوں پر لوگ اتر آتے ہیں۔ بعض لوگ نمازیں پڑھیں گے، دوسرے فرائض ادا کریں گے، دین کے کاموں میں حصہ لیں گے، لیکن گندی سے گندی ماں بہن کی گالیاں بھی دیں گے اور فساد پھیلائیں گے۔ اس طرح اپنے آپ کو تباہ کریں گے اور دوسروں کو اشتعال دلا کر ان کی بھی عاقبت خراب کریں گے۔ تمہیں چاہیے کہ اس تباہ کن فعل سے بچو اور نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر بھی درشتی کرے۔... اکثر لوگ اپنا رعب داب جمانے کے لیے سختی کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقی رعب سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے پڑتا ہے۔ اس لیے نرمی سے ہی کام لینا چاہیے۔‘‘ (انوار العلوم جلد 5، صفحہ 436-437)

پھر فرماتے ہیں: ’’دوسری اصلاح زبان کی ہے۔ دل کے بعد زبان پر بہت حد تک قبضہ ہوتا ہے۔ منہ پر پٹی باندھی جا سکتی ہے لیکن زبردستی کوئی بات کہلائی نہیں جا سکتی۔ اس کے لیے فرمایا سچی بات کہو۔ پہلے دل کی اصلاح کرو۔ دوسرے زبان کو قابو میں رکھو اور ہمیشہ حق بات کہو۔ جب تم یہ باتیں کر لو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یصلح لکم اعمالکم اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا۔

یہ وہ گُر ہے جس سے انسان اپنی قسمت آپ بنا سکتا ہے۔ یہ گر انسان کے دینی اور دنیاوی کاموں پر چلتا ہے کہ پہلے خود دل کی اصلاح کرے اور پھر زبان کو قبضہ میں لائے اور اس کوشش کے بعد خدا اس کے کام درست کر دے گا۔‘‘ (خطبات محمود جلد سوم (خطبات نکاح) صفحہ 90)



حدیث النبی ﷺ

☆ حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی اختیار کرے اور تیل لگائے اور گھر سے خوشبو لگا کر چلے اور دو آدمیوں کو الگ الگ نہ کرے (یعنی اپنے بیٹھنے کے لیے زبردستی پرے نہ ہٹائے) اور پھر جو نماز اس پر واجب ہے وہ ادا کرے۔ پھر جب امام خطبہ دینا شروع کرے تو وہ خاموشی سے سنے تو اس کے اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہونے والے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(بخاری کتاب الجمعۃ باب الدھن للجمعۃ حدیث نمبر 883)

☆ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے۔ پھر بعد میں آنے والا اس کی طرح ہے جو گائے کی قربانی کرے۔ پھر مینڈھا (بھیڑ)، پھر مرغی اور پھر انڈے کی قربانی کرنے والے کی طرح ہے۔ پھر فرمایا کہ پھر جب امام منبر پر آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں۔ یعنی فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر کو سننا شروع کر دیتے ہیں۔

(بخاری کتاب الجمعۃ باب الاستماع الی الخطبۃ یوم الجمعۃ حدیث نمبر 929)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی جمعہ کے روز امام کے خطبہ کے دوران بولے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اس سے یہ کہے کہ خاموش رہے تو اس کا بھی جمعہ نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل 1/230۔ جلد 1 مسند عبداللہ بن عباس حدیث نمبر 2033 عالم الکتب بیروت 1998ء)

☆ حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سُلیک غطفانی جمعہ کے روز اس وقت آکر بیٹھ گیا جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ نے اسے فرمایا: اے سُلیک! کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرو اور اس میں اختصار سے کام لو۔ پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے روز امام کے خطبہ دینے کے دوران آئے تو وہ دو رکعت پڑھے اور ان کو جلد جلد مکمل کر لے۔

(مسلم کتاب الجمعۃ باب التحیۃ والامام یخطب حدیث نمبر 1908)

☆ علقمہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ جمعہ کے لیے گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان سے پہلے تین آدمی مسجد میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے کہا چوتھا مَیں ہوں۔ پھر کہا کہ چوتھا ہونے میں کوئی دُوری نہیں۔ پھر کہا مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جمعہ میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے۔ یعنی پہلا، دوسرا، تیسرا اور پھر چوتھا اور چوتھا بھی زیادہ دُور نہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا باب ماجاء فی التھجیر الی الجمعۃ حدیث نمبر 1094)

☆ حضرت سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز جمعہ پڑھنے آیا کرو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھا کرو اور ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ جنت کا اہل ہوتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ باب الدنو من الامام حدیث نمبر 1108)

☆ حضرت عبید بن ثبات روایت میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جمعہ کے روز فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! یقیناً یہ دن خدا نے تمہارے لیے عید کا دن بنایا ہے۔ پس تم غسل کیا کرو اور جس کسی کے پاس طیب ہو یعنی خوشبو ہو وہ ضرور اسے لگا لیا کرے اور مسواک کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ حدیث نمبر 1098)



امام الکلام ۔ کلام الامام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آیتِ کریمہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدہ:4) کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''غرض اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدہ:4) کی آیت دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا۔ دوم (یہ کہ) کتاب مکمل کر چکا۔ کہتے ہیں جب یہ آیت اتری وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدۃ باب قولہ :الیوم اکملت لکم دینکم حدیث نمبر 4606)

حضرت عمرؓ نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں۔ دوسری عیدوں کو کپڑے بدلتے ہیں لیکن اس عید کی پرواہ نہیں کرتے اور میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ آتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔ اسی عید کے لیے سورۃ جمعہ ہے اور اسی کے لیے قصرِ نماز ہے۔ اور جمعہ وہ ہے جس میں عصر کے وقت آدم پیدا ہوئے۔ اور یہ عید اس زمانہ پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پہلا انسان اس عید کو پیدا ہوا۔ قرآن شریف کا خاتمہ اسی پر ہوا۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 673 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام انسان کی پیدائش کی وجہ بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

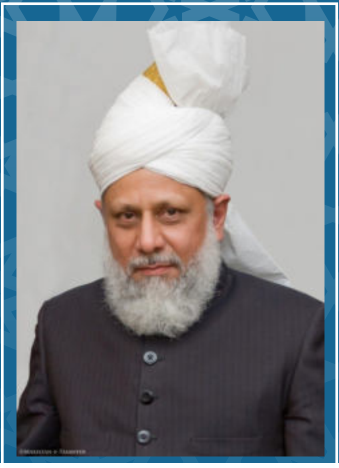
''اصل غرض انسان کی خِلقت کی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۔ میں نے جنّ اور انس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مدنظر رکھیں وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اس کی عزتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے۔ ہاں اس وقت پتہ لگتا ہے جب قابضِ ارواح آ کر جان نکال لیتا ہے۔'' (ملفوظات جلد 7 صفحہ 177–178 ایڈیشن 1984ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے ایک موقع پر فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کے لیے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں . . . جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 10 ایڈیشن 1984ء)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز



سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فتح عظیم (زائن) کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

’’نمازوں کو بھی اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب بھی ہمیں ملتا ہے اور اسی طرح عبادتوں کی مقبولیت تب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کا بھی حق ادا کیا جا رہا ہو۔ جو لوگوں کے حق مارنے والے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی نمازیں ان کے لیے ہلاکت کا سامان ہیں وہ ان کے منہ پر ماری جائیں گی۔ پس ہمارا مقصد مسجدوں کو آباد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے آباد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ادا کرنا ہے اور ہونا چاہیے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈوئی کو دعا کا چیلنج دیا تو پھر اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ دنیا نے ہر طرح سے ڈوئی کی ذلت و رسوائی دیکھی۔ اتنا واضح نشان ظاہر ہوا کہ اخباروں نے بھی اعتراف کیا کیونکہ اس کے بغیر چارا نہیں تھا اور مرزا غلام احمد کو عظیم قرار دینے پر مجبور ہو گئے، لیکن کیا اس عظیم فتح کی خوشی میں ہم صرف ایک یادگار مسجد بنا دیں اور خوش ہو جائیں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے پھل کھائے اور کھا رہے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو بھی انہی قدموں پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے راستے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چیلنج صرف ہلاک کرنے کے لیے نہیں دیا تھا بلکہ اسلام کی عظمت قائم کرنے کے لیے دیا تھا، دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے کے لیے دیا تھا۔ اس لیے دیا تھا کہ اب مسیح محمدی کی حکومت دنیا میں قائم ہونی ہے، جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند کرتے ہوئے خدائے واحد کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔

پس آج یہ ہمارا کام ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں کہ مسیح محمدی کے پیغام کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت ان پر ثابت کریں اور یہ کام اس وقت ہوگا جب ہم اپنا بھی خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں گے۔ تقویٰ میں بڑھیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں ... جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 10 ایڈیشن 1984ء)

پس اپنی اندرونی صفائی بھی بہت ضروری ہے اور جب یہ اندرونی صفائی ہوگی تو تقویٰ پیدا ہوگا تو پھر دنیا دیکھے گی کہ نشانات پر نشانات ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور یہی وہ مقام ہے جہاں فتوحات کے مزید راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ ان شاءاللہ۔ اور یہی وہ حالت ہے کہ فتح عظیم کی حقیقت کو بھی ہم دیکھیں گے۔ پس اے مسیح محمدی کے غلامو! ہر فتح کا نشان ہمارے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہونا چاہیے۔ پس یہ عہد کریں کہ آج کا دن ہمارے اندر ایک روحانی انقلاب لانے کا دن ہوگا۔‘‘

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 30/ستمبر 2022ء بمقام مسجد فتح عظیم، زائن، یو ایس اے)

اداریہ

پرہیز گار انسان بن جاؤ
تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ

مجلس انصاراللہ کے عہد کی روشنی میں ہم انصار کی یہ بنیادی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں اور خاندانی تقاریب میں، اپنی مساجد میں اور مراکزِ نماز میں، نیز اپنے ماحول میں سرایت کر جانے والی بدرسوم اور بدعادات کے خلاف بھرپور مساعی کریں۔ بدعادات میں سگریٹ نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاء کا بڑھتا ہوا استعمال بھی شامل ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں پُر حکمت عملی کوششوں کے ساتھ ساتھ متعلقہ افراد کو زبانی تلقین بھی کرتے رہنا چاہیے۔ ہمیں روشن اسلامی تاریخ کے اُن واقعات کو بار بار دہرانا چاہیے جن میں غیر معمولی اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشہ آور اشیاء کو یکلخت ترک کر دیا گیا۔ چنانچہ مدینہ منوّرہ میں صرف کسی اعلان کرنے والے کی آواز سُن کر صحابہ کرام نے مزید تحقیق اور تصدیق کرنے سے پہلے ہی وہاں پر موجود شراب سے بھرے ہوئے مٹکے توڑ دیے اور شراب سے ہمیشہ کے لیے تعلق توڑ لیا۔ یہ حیرت انگیز انقلاب ایک ایسی قوم میں نظر آیا جس کی گھٹی میں شراب نوشی پڑی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں بے مثال اطاعت کا یہ وصف ہمیں بدرجۂ اتم نظر آتا ہے۔ دراصل یہ وصف اللہ کی ذات پر پختہ ایمان، رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ نمونے اور آپؐ کے ارشادات پر عمل کرنے کی شدید خواہش، اور دعاؤں اور عبادات سے پیدا ہوتا ہے اور آج بھی یہ وصف انہی اصولوں پر عمل کے نتیجے میں پیدا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تاریخ احمدیت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ایسے صحابہ کے واقعات محفوظ ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کے ارشادات کے نتیجے میں فوری طور پر تمباکو نوشی یا دیگر نشوں کے استعمال سے توبہ کر لی جبکہ وہ کئی دہائیوں سے ان بدعادات میں مبتلا تھے۔ مثلاً

☆...... سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر فرمایا: ’’ایک دفعہ ایک احمدی یہاں (قادیان میں) آئے۔ انہیں ایسا واقعہ پیش آیا جس سے متأثر ہو کر کہنے لگے اب میں کبھی حقہ نہیں پیوں گا۔ اس کی وجہ سے آج مجھے بہت ذلّت اٹھانی پڑی۔ ان ایام میں یہاں عام طور پر حقہ نہیں ملتا تھا ...... وہ تلاش کرتے کرتے مرزا امام دین کے حلقہ میں چلے گئے۔ وہ ہمارے رشتہ دار تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائی تھے مگر سلسلہ کے سخت مخالف۔ حقّے کی خاطر جب وہ احمدی وہاں جا بیٹھے تو مرزا امام دین نے حضرت صاحب کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور لگے ہنسی اور تمسخر کرنے۔ وہ حقے کی خاطر سب کچھ بیٹھے سنتے رہے۔ وہ کہتے ہیں اسی وقت میں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ اب حقہ نہ پیوں گا۔ اسی نے مجھے ذلیل کرایا ہے۔‘‘

☆...... حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کے والدین اور دیگر رشتہ دار افیم وغیرہ کے عادی تھے۔ انہیں دیکھ کر مولوی صاحب کو بھی عادت ہو گئی تھی۔ جب آپؓ قادیان میں آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا: ’’ہمارے دوستوں کو نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیے۔‘‘ اس پر آپؓ نے یکدم اس عادت کو ترک کر دیا۔ پہلے تین دن تو ایسی حالت رہی کہ آپ میں اور مُردے میں کوئی فرق نہ تھا۔ اس کے بعد چالیس دن تک سخت تکلیف اٹھائی اور بہت بیمار ہو گئے۔ ابھی نقاہت باقی تھی کہ مسجد مبارک میں نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لائے۔ حضرت اقدسؑ کو حالات کا علم ہوا تو حضورؑ نے فرمایا آپ آہستہ آہستہ چھوڑتے یکدم ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: حضور! جب ارادہ کر لیا تو یکدم ہی چھوڑ دی۔

☆...... حضرت مولوی حسن علی صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی ایک برکت یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اُن کو نشوں سے نجات مل گئی۔ فرمایا: ’’پوچھو کہ مرزا صاحب سے مل کر کیا نفع ہوا۔ اجی! بے نفع ہوئے! کیا میں دیوانہ ہو گیا تھا کہ ناحق بدنامی کا ٹوکرا سر پر اٹھا لیتا اور مالی حالت کو سخت پریشانی میں ڈال دیتا؟ کیا کہوں، کیا ہوا؟ مُردہ تھا، زندہ ہو چلا ہوں۔ گناہوں کا اعلانیہ ذکر کرنا اچھا نہیں۔ ایک چھوٹی سی بات سناتا ہوں۔ اس نالائق کو تیس برس سے ایک قابل نفرت یہ بات بھی تھی کہ حقہ پیا کرتا تھا۔ بارہا دوستوں نے سمجھایا۔ خود بھی کئی بار قصد کیا لیکن روحانی قویٰ کمزور ہونے کی وجہ سے اس پرانی زبردست عادت پر قادر نہ ہو سکا۔ حضرت مرزا صاحب کی باطنی توجہ کا یہ اثر ہوا کہ آج قریب ایک برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ پھر اس کمبخت کو منہ نہیں لگایا۔‘‘

(محمود احمد ملک)

ہر احمدی ہر بات کا جو خلیفۂ وقت کی طرف سے جماعت کی بہتری کے لیے
کہی جارہی ہے اپنے آپ کو مخاطب سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش
کرے تو ایک انقلاب ہے جو ہم اپنی حالتوں میں لا سکتے ہیں

اپنے جائزے لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم نے
اپنے اندر کیا تبدیلی پیدا کی ہے اور دوسروں کو اس سے کیا فائدہ پہنچ رہے ہیں

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو انسان کی حیثیت ہی کیا ہے
کہ یہ دعویٰ کرے کہ میں انصار اللہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا مددگار ہوں

”ہماری جماعت کے لیے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ
وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں شامل ہیں
جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں
مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔“

اب مامورِ زمانہ کے ساتھ جڑ کر انصار اللہ کا اصل کام یہ ہے کہ
دنیا کو خدائے واحد کے آگے جھکانا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا

اگر ہم اپنی حالتوں میں حقیقت میں ایسی تبدیلی پیدا کر لیں
جب دین دنیا پر مقدّم ہو جائے تو یہی حقیقی تقویٰ ہے
اور یہی وہ مقام ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہو جاتا ہے

اختتامی خطاب امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یوکے فرمودہ 18 ستمبر 2022ء

(بمقام کنگز لے کنٹری مارکیٹ ہیمپشائر)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ۔

ابھی کچھ دیر پہلے مَیں نے لجنہ سے خطاب کیا تھا اور انہیں بعض باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ یہ باتیں صرف عورتوں کے لیے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں ان باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں مردوں اور عورتوں دونوں کو مخاطب کر کے یہ نیکیاں اپنانے اور ان کی طرف توجہ کرنے کا کہا ہے۔ ہاں میں نے بعض مثالیں عورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے ماحول کے مطابق دی ہیں لیکن اکثر مثالیں مردوں اور عورتوں دونوں پر لاگو ہوتی ہیں۔ مثلاً سچائی کے اعلیٰ معیار یا عبادتوں کی طرف توجہ ہے تو مردوں کو بھی یہی معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جہاں اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بنیں وہاں اپنی اولاد کی تربیت کے لیے بھی نمونہ بن کر ان کی دنیا و عاقبت سنوارنے کا بھی ذریعہ بنیں۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ نصائح کا مخاطب اپنے آپ کو نہیں سمجھتے اور دوسرے کے بارے میں سمجھ کر پھر کہہ دیتے ہیں کہ دیکھا خلیفۂ وقت نے فلاں جماعت کو یا جماعت کے فلاں طبقے کو کس طرح سختی سے کہا ہے۔ وہ لوگ پھر یہ بھی آگے سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ تو ہیں ہی ایسے، ان کی اصلاح ہونی چاہیے تھی، اپنے گریبان میں یہ لوگ نہیں جھانکتے۔

حالانکہ چاہیے تو یہ کہ ہر ایک اپنے آپ کو اس کا مخاطب سمجھے اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے، اپنے آپ کو دیکھے کہ مَیں کیسا ہوں۔ اور یہ دیکھنا چاہیے کہ جو باتیں دوسروں کو کہی جا رہی ہیں، کسی بھی طبقے کو خلیفۂ وقت مخاطب ہے اور وہ اسلامی تعلیم کے مطابق بعض امور کی طرف توجہ دلا رہا ہے تو ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم اس معیار پر پورا اتر رہے ہیں جو مختلف نیکیوں کے قائم کرنے اور انہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کے معیار ہیں۔ پس اگر یہ بات سمجھ آ جائے کہ خلیفۂ وقت کسی بھی ملک کے احمدیوں کو بعض امور کی طرف توجہ دلا رہا ہے یا جماعت کے کسی بھی طبقے کو مختلف نیکی کی باتوں کی طرف توجہ دلا رہا ہے تو ہم بھی بحیثیت احمدی اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم میں یہ نیکیاں موجود ہیں جن کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے یا ہم میں یہ کمزوریاں تو نہیں ہیں جن کے چھوڑنے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ پس

اب جبکہ ٹی وی کے ذریعہ تمام دنیا رابطوں کے لحاظ سے ایک ہو گئی ہے، ہر احمدی ہر بات کا جو خلیفۂ وقت کی طرف سے جماعت کی بہتری کے لیے کہی جا رہی ہے اپنے آپ کو مخاطب سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو ایک انقلاب ہے جو ہم اپنی حالتوں میں لا سکتے ہیں۔

پس پہلی بات تو یہ ہے کہ جو باتیں مَیں نے لجنہ میں کی ہیں ان کا انصار اپنے آپ کو بھی مخاطب سمجھیں۔ اور جب مرد اور عورت ایک ہو کر نیکیوں کو اختیار کرنے اور بدیوں کو ترک کرنے کے لیے کوشش کریں گے تو پھر ایک انقلاب ہو گا جو ہم اپنے گھروں میں بھی لا سکیں گے، اپنی حالتوں میں بھی لا سکیں گے، اپنے بچوں میں بھی لا سکیں گے اور اپنے معاشرے میں بھی لا سکیں گے۔ پس

انصار اللہ کی عمر کو پہنچے ہوئے مرد جو اپنی عمر کے لحاظ سے اپنی سوچ کی بلوغت کو بھی پہنچ چکے ہیں انہیں خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہر نیکی کی بات جو جماعت کے کسی بھی طبقے کو مخاطب کر کے کی جا رہی ہے اسے ہم نے نہ صرف اپنے پر لاگو کرنا ہے بلکہ دوسروں کے سامنے نمونہ

بن کر حقیقی اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دنیا کی اصلاح کے لیے اور اسلام کی حقیقی تعلیم کے پھیلانے کے لیے آئے تھے جن کو ہم نے مانا اس لیے کہ اپنی بھی اصلاح کریں اور دنیا کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کریں تو پھر اس کے لیے ہر نیکی کو اختیار کرنے اور ہر بدی کو بیزار ہو کر ترک کرنے کی ہمیں خاص کوشش کرنی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو جو مختلف مواقع پر نصائح فرمائیں اس کے حوالے سے بھی چند باتیں آپ سے کرنا چاہوں گا۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ

انصاراللہ کی عمر کے لوگ اپنی عقل اور تجربے کے لحاظ سے انتہا کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس یہ بات ان سے یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی دینی، روحانی اور اخلاقی حالتوں کے بھی اعلیٰ نمونے دکھائیں۔ اپنے جائزے لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم نے اپنے اندر کیا تبدیلی پیدا کی ہے اور دوسروں کو اس سے کیا فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

”ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ ایک نمونہ بنانا چاہتا ہے۔“

(ملفوظات جلد1 صفحہ 9)

پس جماعت کا عقل و حکمت اور تجربے کے لحاظ سے جو بہتر حصہ کہلا سکتا ہے جیسا کہ میں نے کہا وہ آپ لوگ ہیں جو انصار کی عمر کے ہیں۔ پس عبادتوں کے معیار کے لحاظ سے بھی اور اعلیٰ اخلاق اور دوسری نیکیوں کے لحاظ سے بھی انصاراللہ ہی وہ تنظیم ہونی چاہیے جو نمونے قائم کرنے والی ہو اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب انسان کے دل میں تقویٰ ہو، تبھی انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے، تبھی انسان کی عبادتوں کے اور اعلیٰ اخلاق کے معیار قائم ہوتے ہیں، تبھی ایک انسان حقیقی انصار میں شمار ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وجہ سے اپنے ماننے والوں کو بے شمار جگہ بڑے درد کے ساتھ تقویٰ پر چلنے کے بارے میں بار بار نصیحت فرماتے رہے کیونکہ تقویٰ ایک بنیادی چیز ہے چنانچہ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: ”بجز تقویٰ کے اَور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129)“ (ملفوظات جلد1 صفحہ 10) یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔ پس ہر ایک ہم میں سے جائزہ لے کہ کس حد تک ہم میں تقویٰ ہے اور ہمارے احسان کرنے کے کیا معیار ہیں تبھی ہم حقیقی انصار کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ محسنون میں شمار ہوتے ہیں۔ پس جب ہم یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم انصاراللہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، اس کے دین کے مددگار ہیں تو پھر یہ خصوصیت بھی پیدا کرنی ہوگی کہ تقویٰ بھی ہو اور محسن بھی ہم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ سب طاقتوں کا مالک ہے۔ یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے ایک نظام قائم فرمایا اور یہ نظام بنا کر فرمایا کہ تم اس نظام کا حصہ بن جاؤ اور میرے دین کے مددگار بن جاؤ تو میں تمہیں اس طرح سمجھوں گا جس طرح تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہو لیکن یہ یاد رہے کہ مَیں یعنی اللہ تعالیٰ صرف انہیں دین کے مددگار سمجھوں گا جو تقویٰ کو اختیار کرنے والے ہیں اور احسان کرنے والے ہیں۔

تقویٰ کیا ہے؟ یہی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کا خوف اس کی خشیت دل میں ہو اور ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور اسی طرح محسن وہ ہیں جو نیک باتوں کا علم رکھنے والے اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمہیں اس وقت اپنا مددگار سمجھوں گا جب تم میں تقویٰ ہوگا اور تمہارا ہر عمل اور خیال نیکیوں پر منتج ہوگا تو پھر مَیں تمہارے کاموں میں برکت ڈالوں گا، مَیں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا، تم دین کی خدمت کے لیے جو کام بھی کرو گے اس میں کامیابی بھی عطا کروں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو انسان کی حیثیت ہی کیا ہے کہ یہ دعویٰ کرے کہ میں انصاراللہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا مددگار ہوں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ایک کے بعد دوسرا سانس بھی نہیں لے سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار قبول کرتا ہوں اور میری مدد تمہارے ساتھ ہو گی بشرطیکہ تم تقویٰ پر چلو اور نیکیاں بجا لانے والے ہو۔ پھر ہمارے کاموں کے جو ہم اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتے ہیں ایسے بھرپور نتائج نکلیں گے کہ نظر آئے گا کہ واقعی یہ لوگ انصاراللہ ہیں اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کے کاموں میں بے انتہا برکت عطا فرماتا ہے۔ پس یہ سوچ ہے جو ہم میں سے ہر ناصر کی ہونی چاہیے کیونکہ اس کے بغیر ہماری بیعت کا مقصد ہی کوئی نہیں رہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر یہ نصیحت فرمائی کہ ”ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں شامل ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے

نجات پاویں۔‘‘(ملفوظات جلد 1 صفحہ 10)

پس اگر ہمارا نعرہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا ہے تو اپنے نفس کو پہلے پاک صاف کرنا ہوگا تا کہ پھر اس مسیح موعود کے مددگار بن کر دنیا کو برائیوں اور شرک سے پاک کریں اور خدائے واحد کے نور سے دلوں کو منور کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے مبعوث فرمایا ہے لیکن اگر ہمارے اپنے ہی دل دنیا کی گندگیوں اور غلاظتوں اور لالچوں میں پڑے ہوئے ہیں تو پھر ہم دنیا کی کس طرح اصلاح کر سکتے ہیں۔

پس اب مامورِ زمانہ کے ساتھ جڑ کر انصار اللہ کا اصل کام یہ ہے کہ دنیا کو خدائے واحد کے آگے جھکانا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا۔ پس اس کے لیے خود ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہوگا کہ کس قسم کے انصار اللہ ہم ہیں۔ اپنے اندرونی جائزے لینے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے۔‘‘ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ فرمایا’’ ......اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔‘‘ اس عمر کو پہنچ کے خاتمہ بالخیر کی بھی فکر ہوتی ہے۔ فرمایا: اگر زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ فرمایا کہ’’ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 11)

پس ہم حقیقی انصار اس وقت بن سکتے ہیں جب عمدہ بیج بنیں اور عمدہ بیج بننے کے لیے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر چلنا اور زمانے کے امام اور مامور کی کامل پیروی اور اطاعت کرنا ضروری ہے

اور جب یہ ہوگا تو پھر ہم اس بیج کے وہ پھل دار درخت ہوں گے جو دنیا کو نیکیوں کے پھل کھلانے والے ہوں گے۔ ہمارے قول و فعل کا ایک ہونا جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا ہوگا وہاں ہماری نسل کی اصلاح کا بھی ذریعہ ہوگا اور ہمیں یہ تسلی ہوگی کہ ہم اپنی نسلوں میں بھی تقویٰ اور نیکی کی جڑ لگا کر جا رہے ہیں۔ وہ پیوند لگا کر جا رہے ہیں جس سے اگلی نسل بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ جڑ کر وہ پھل دار درخت بنیں گے جن پر نیکیوں کے پھل لگتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کو بھی خدائے واحد کی طرف لانے والے بنیں گے تا کہ مامورِ زمانہ کے حقیقی انصار بن سکیں۔

پس اس مضمون کو جتنا کھولتے جائیں اتنا ہی ہمیں احساس ہوتا جائے گا کہ انصار اللہ کی کیا اہمیت ہے اور ہم نے اپنے عہد کو کس طرح نبھانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو اپنی تقاریر اور مجالس میں اس شدت سے بیان فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپؑ اپنے ماننے والوں کے کیا معیار دیکھنا چاہتے تھے اور یہی معیار ہیں جو جماعتی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ’’ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ وطہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔‘‘ یعنی قرآن کریم کی جو تعلیم ہے اس کو دیکھو، اس کو غور سے پڑھو، اس کو سمجھو، اس کے حکموں پر عمل کرو تب پتہ لگے گا کہ نیکی میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ جب ایک لائحہ عمل ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ’’ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہاتِ دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔‘‘

پھر آپؑ نے فرمایا کہ متقی کی علامت کیا ہے۔ بہت ساری علامتیں ہیں۔ پھر ایک علامت کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں’’ جیسے کہ فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا۔وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق:3-4)‘‘ یعنی اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے وہ نجات کی کوئی نہ کوئی راہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’ جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔

یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے۔‘‘ متقی کی علامتوں میں سے ایک نشانی، علامت آپؑ نے یہ بھی بتائی ہے کہ’’ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 12)

پس بڑے سوچنے کی بات ہے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ عموماً ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں لوگ اس بڑی عمر کو جب پہنچتے ہیں جب ان کے بچے بھی بڑے ہو رہے ہوتے ہیں تو ان کی ضروریات کی انہیں زیادہ فکر شروع ہو جاتی ہے، ان کی تعلیم اور متفرق اخراجات کے لیے زیادہ سوچتے ہیں۔ چالیس سال کی عمر ایسی ہے جب یہ سوچیں زیادہ شروع ہو جاتی ہیں اور پھر بعض لوگ جو دنیا میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں یا جن کو خدا تعالیٰ پر توکل کم ہوتا ہے وہ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے مختلف حیلے اور طریقے تلاش کرتے ہیں چاہے

جائز ہوں یا ناجائز ہوں، جو بسا اوقات ناجائز بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً یہاں ہم عام دیکھتے ہیں کہ اپنے اخراجات کے لیے، بچوں کے اخراجات کے لیے، مکان خریدنے کے لیے یا کسی اَور دنیاوی خواہش کو پورا کرنے کے لیے بہت سے لوگ اپنے ٹیکس بھی غلط طریقے سے بچاتے ہیں اور دوسری قسم کے دھوکے دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں حتی کہ بعض احمدی بھی یہ کام کرتے ہیں اور پھر دنیاوی معاملات میں ہی نہیں بلکہ چندوں کی ادائیگی میں بھی اپنی آمد غلط بتا دیتے ہیں حالانکہ چندوں کے بارے میں تو ان کے لیے واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر شرح سے چندہ نہیں دے سکتے تو چھوٹ لے لیں، کوئی مجبوری نہیں ہے ایسی کہ زبردستی چندہ لیا جائے گا، اور کہہ دیں کہ اس سے زیادہ میں اپنے حالات کی وجہ سے چندہ نہیں دے سکتا۔ لیکن غلط بیانی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے اندر تقویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ خود انتظام کر دے گا یا تھوڑے میں ایسی برکت عطا فرما دیتا ہے کہ غیر محسوس طریقے پر اخراجات پورے ہونے کے سامان ہوتے ہیں۔ اور یہ صرف منہ سے کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ بے شمار احمدی ایسے ہیں جو مجھے یہ لکھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکّل کیا اور اللہ تعالیٰ نے غیر متوقع طور پر ہمارے لیے ایسے سامان کر دیے کہ ہمارے اخراجات پورے ہو گئے، ہماری مالی ضرورت پوری ہو گئی۔ بے شمار ایسے واقعات جیسا کہ میں نے کہا میرے پاس موجود ہیں۔ اس وقت اتنا وقت نہیں ہے کہ مَیں وہ یہاں پیش کروں۔ وقتاً فوقتاً بیان کرتا رہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی وضاحت میں خود اس کی مثال دی ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ غلط بیانی کیے بغیر کام نہیں چل سکتا اس لیے جھوٹ بولتے ہیں اور پھر ڈھٹائی سے مجبوری کا دوسروں کے سامنے اظہار بھی کر دیتے ہیں کہ ہم نے اس لیے جھوٹ بولا تھا۔ بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 12)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”یہ امر ہرگز سچ نہیں“۔ یہ امر ہرگز سچ نہیں، بالکل جھوٹ ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ متقی کے پریشانی سے نکلنے کے سامان عطا فرمانے کا وعدہ کرے اور دوسری طرف بعض لوگوں کو کہہ دے کہ تم غلط بیانی اور جھوٹ سے کام لو اور خود ہی اس مشکل سے نکل جاؤ۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں ہے۔ جس خدا پر ہم یقین رکھتے ہیں، ہم ایمان رکھتے ہیں اس کی تو یہ شان نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”...... یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے، وہ بڑا طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الطلاق:4)“ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 12)

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر توکّل ضروری ہے اور یہ توکّل بغیر تقویٰ کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ زبانی جمع خرچ نہیں ہے کہ منہ سے کہہ دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے ہیں بلکہ

تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی ضرورت ہے، اپنے اخلاق اعلیٰ سطح پر لے جانے کی ضرورت ہے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کی ضرورت ہے۔ پس اگر ہم اپنی حالتوں میں حقیقت میں ایسی تبدیلی پیدا کر لیں جب دین دنیا پر مقدّم ہو جائے تو یہی حقیقی تقویٰ ہے اور یہی وہ مقام ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے، ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لئے تھیں اور دنیاوی امور حوالہ بخدا تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 12)

اللہ تعالیٰ متقی کے راستے کی تمام دنیاوی روکیں دُور فرما دیتا ہے جو اس کے دین کے کام میں حارج ہوں۔

پس اگر دنیاوی کاموں کی پروا نہ کرتے ہوئے نمازوں کی وقت پر ادائیگی ہم کر رہے ہیں اور اسی طرح دوسرے دنیوی کاموں کی پروا نہ کرتے ہوئے جماعتی کاموں اور دین کے کاموں کو ترجیح دے رہے ہیں تو وہ سب طاقتوں کا مالک خدا فرماتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری فکروں کو دُور کروں گا۔ پس انسان نے خدا تعالیٰ کی کیا مدد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ ہے جو ہمیں دین کی خدمت کا موقع دیتا ہے، ہماری نیکیوں کے ہمیں اجر دیتا ہے، ہماری ضروریات پوری فرماتا ہے اور پھر ان تمام نوازشوں کے بعد ہمیں اپنے دین کے مددگاروں میں شامل فرماتا ہے۔ یہ بھی اعلان فرما دیتا ہے۔ کتنا مہربان ہے ہمارا خدا، کس قدر دیالو ہے ہمارا خدا، اس کا ہم کبھی احاطہ ہی نہیں کر سکتے۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی شکرگزار بندے بنتے ہوئے اس کے حکموں پر چلتے ہوئے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے بنیں اور یہی ہمارے حقیقی انصار ہونے کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب دعا کر لیں۔ (دعا)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم نومبر 2022ء)

حضرت میر خلیل الرحمٰن صاحب

(اقبال احمد نجم)

میرے خالو جان مرحوم حضرت میر محمد خلیل الرحمٰن صاحب سیوہاروی کا تعارف کچھ اس طرح ہے کہ آپ سیوہارہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے مجھے اپنا بیٹا بنایا تھا اور مَیں آپ کے ہاں رہا کرتا تھا جہاں نانا جانؓ اور نانی جان بھی رہتے تھے۔ اس روحانی ماحول میں میری پرورش ہوئی۔ میں نے وہاں وہ سب کچھ مشاہدہ کیا جو کچھ دینے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آپؑ نے اس سلسلہ میں کیا خوب فرمایا ہے:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میرے خالو جان حضرت میر خلیل الرحمن صاحب سیوہاروی اپنے علاقہ میں ایک مانے ہوئے پیر تھے۔ آپ نے اپنی زندگی مجاہدات، چلہ کشیوں اور عبادات و ذکرِ الٰہی میں گزاری اور تزکیۂ نفس اور عرفانِ الٰہی حاصل کیا۔ آپ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ خلق خدا آپ سے فیضیاب ہوتی تھی۔ آپ نے مجھے بتایا کہ آپ تفسیرِ حقانی کا مطالعہ کر رہے تھے تو اس میں ایک جگہ مسئلہ امامت زیرِ بحث تھا اور یہ لکھا تھا کہ مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (مسند احمد کتاب مسند الشامیین) اور وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامُ جَمَاعَةٍ فَإِنَّ مَوْتَتَهُ مَوْتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ (مستدرک امام حاکم) کہ جو بغیر امام کے مر گیا یا اس حالت میں مر گیا کہ نہ اس کا امام نہ جماعت تو اس کی موت جہالت کی موت ہے۔

یہ پڑھ کر آپ فکر مند ہو گئے اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے تاکہ آپ کو سچا امامِ طریقت مل جائے۔ اس اثناء میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپؐ نے نمازِ فجر کی آپ کو امامت کروائی ہے۔ آپ مطمئن ہو گئے۔ مگر اگلے روز دیکھا کہ ایک اور بزرگ تشریف لائے ہیں اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہو کر آپ کو نمازِ فجر کی امامت کروائی ہے۔ اسی طرح اگلے دو روز دو اَور بزرگوں کو اسی مصلے پر نمازِ فجر کی امامت کراتے پایا۔ آپ زیادہ مشوش ہو گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ مختلف امام آپ کو امامت کروا رہے ہیں۔

ایک دن آپ بالائی منزل پر بعد نمازِ فجر ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے تو کشفی حالت طاری ہو گئی اور دیکھا کہ زینے کی کنڈی ہل کر کھل گئی ہے اور ایک فرشتہ ڈاکیے کے لباس میں آیا ہے اور کہتا ہے کہ پیر جی! آپ کے لیے اللہ میاں کا ایک تار آیا ہے۔ آپ نے فرشتے کو جواب میں کہا کہ مجھے تو انگریزی نہیں آتی۔ مجھے پڑھ کر سناؤ کہ اللہ میاں نے کیا لکھا ہے۔ فرشتے نے جواب میں بتایا کہ اس میں لکھا ہے کہ ”At once امرتسر پہنچو!“ اس کے ساتھ کشفی حالت اپنے اختتام کو پہنچی تو آپ سجدہ ریز ہو گئے اور التجا کرنے لگے کہ اے باری تعالیٰ! امرتسر میں تو سکھوں کا دربار ہے۔ میں وہاں جا کر کیا کروں؟ کیا سکھ ہو جاؤں؟ تب تفہیم ہوئی کہ نہیں امرت کے معنی ہیں زندگی اور سر کے معنی ہیں چشمہ۔ ”ہم نے امرتسر کے قریب اس کے سر پر ایک زندگی کا چشمہ جاری کیا ہے وہاں جاؤ۔“

تب آپ پر کھلا کہ قادیان کے متعلق ارشاد ہوا ہے کیونکہ آپ کو یاد آیا کہ اس سے قبل آپ کے ایک دُور کے عزیز منشی محمد رحیم الدین صاحب بھی قادیان جا کر احمدی ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ فوراً قادیان پہنچ گئے اور وہاں حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ تمام دن آپ سے تبلیغی گفتگو فرماتے رہے۔ شام ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ جاؤ دارالضیافت میں آرام کر لو۔ باقی کل ان شاء اللہ بات کریں گے۔ اس پر خالو جان نے حضرت منشی محمد رحیم الدین صاحب کے ہاں جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ آپ کو ان کے ہاں بھجوا دیا گیا۔ آپ کی ناگہانی آمد پر سب کو بڑی حیرانی ہوئی۔ تاہم خوش آمدید کہا گیا اور بستر بیٹھک میں لگوا دیا گیا جہاں انگیٹھی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تصاویر رکھی تھیں۔ یہ تصاویر اُن بزرگوں کی تھیں جن کو آپ نے رؤیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگرے نمازِ فجر کی امامت کراتے دیکھا تھا۔ آپ پر حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ یہ سلسلہ تسلسل میں آنحضرت ﷺ کا ہی سلسلہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بتائے ہوئے مہدیٔ برحق ہیں۔ چنانچہ تمام رات اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے اور فجر کی نماز مسجد مبارک میں جا کر ادا کی اور رؤیا میں آخری دن جو کچھ دیکھا تھا وہ سچا ہو گیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہی آیات کی تلاوت کی جو رؤیا میں کی تھی۔ اس پر آپ نے وہیں بیعت کر لی۔ الحمد للہ کہ آپ کو سچا امام مل گیا تھا جس کے لیے آپ کے قلب صافی میں ایک عرصے سے بے پناہ تڑپ پائی جاتی تھی۔

آپ قبولیتِ احمدیت کے بعد واپس اپنے وطن گئے اور جاتے ہی اعلان کر دیا کہ وہ اب پیر سے مرید بن گئے ہیں اور انہوں نے حضرت مہدیٔ آخرالزمان علیہ السلام کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو سچا مان کر بیعت کر لی ہے۔ اس پر آپ کے خانوادے کو جھٹکا سا لگا کیونکہ پیری فقیری سے ایک اچھی آمدنی بھی تھی اور اپنی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اس آمدنی سے سب جائیداد بھی اپنے والد صاحب کے نام بنائی تھی۔ اسی اثناء میں آپ کے

باقی صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں

علمی ترقی کے ذرائع

(ڈاکٹر چودھری اعجاز الرحمٰن۔ صدر مجلس انصاراللہ یوکے)

هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔
هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔
هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ غیب کا جاننے والا ہے اور حاضر کا بھی۔ وہی ہے جو بن مانگے دینے والا، بے انتہا رحم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا، پیدائش کا آغاز کرنے والا اور مصوّر ہے۔ تمام خوبصورت نام اسی کے ہیں۔ اُسی کی تسبیح کر رہا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ (سورۃ الحشر آیات 23 تا 25)

لغوی لحاظ سے کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کو علم کہتے ہیں۔ قرآن کریم کے عرف میں علم اس چیز کا نام ہے جو قطعی اور یقینی ہو۔ عرفِ عام میں کسی بات کو جاننا اور معلومات حاصل کرنا، ادراک حاصل کرنا، حکمت معلوم کرنا، یا معرفت حاصل کرنا علم کہلاتا ہے۔

یہ موضوع دیکھنے میں آسان، سادہ اور مختصر ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اپنے اندر بے پناہ وسعت اور جامعیت رکھتا ہے۔ علم کے بغیر نہ تو دین کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور نہ دنیا کے۔ علم کا احاطہ ہماری تمام زندگی پر ابتدا سے انتہا تک ہے اور ہماری کوشش اسی طرف لگی رہتی ہے۔ ہماری فلاح علم حاصل کرنے سے ہے۔

قرآنِ کریم کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ بنی نوع انسان کی تخلیق کے بعد انسان پر سب سے بڑا احسان اور انعام علم کا عطا کیا جانا ہے جس کی بدولت ہم اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں۔

حقیقی علم وہ ہے جو محض اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس سے خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ علم کے ذریعہ انسان ترقی کرتا ہے اور قوتِ بیان حاصل کرتا ہے۔

علم کا اصل منبع خدائے برحق کی ذات ہے اور وہی اس کا سرچشمہ ہے۔ وہی اول ہے اور وہی آخر اور جو بھی پیتا ہے اسی سے پیتا ہے اور سیراب ہوتا ہے اور اصل عالم اور صاحبِ علم وہی ہے جو کہ اپنے علم کو خود کا حاصل کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ یقین کرتا ہے اور اس علم اور کامل یقین کے ساتھ اس کے دَر پر پڑا رہتا ہے۔ اس لیے علم وہی ہے جو اس کے در سے عطا ہو۔

سچا علم قرآنِ کریم سے ملتا ہے نہ کہ یونانیوں کے فلسفہ سے نہ حال کے انگلستانی فلسفہ سے بلکہ سچا ایمانی فلسفہ قرآنِ کریم کے طفیل ملتا ہے۔ مومن کا کمال اور معراج یہی ہے کہ اُسے حق الیقین کا وہ مقام حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے لیکن جو لوگ علومِ حقہ سے بہرہ ور نہیں اور معرفت اور بصیرت کی راہیں ان پر نہیں کھلیں گو وہ اپنے منہ سے اپنے آپ کو عالم کہیں مگر فی الحقیقت ایسے لوگ علم کی خوبیوں اور صفات سے بالکل بے بہرہ ہیں اور وہ روشنی اور نور جو حقیقی علم سے ملتا ہے ان میں نہیں پایا جاتا۔ وہ سخت خسارہ میں ہیں۔

قرآنِ کریم سچے علم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ جو شخص اُن حقائق اور معارف کو پالیتا ہے جو قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں اسے وہ علم ملتا ہے جو اس کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل بنا دیتا ہے۔

ایسا علم جو عمل سے خالی ہے ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں۔ علم تو انسان کو انسانیت کے اعلیٰ معیار سکھانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر پھر علم حاصل کرنے کے باوجود وحشی کا وحشی رہنا ہے تو ایسے علم کا کیا فائدہ؟ علم وحکمت ایک خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم وحکمت کی دولت کو فنا نہیں۔

دنیوی نقطہ نظر سے علم حاصل کرنے کے لیے سکول، کالج یا یونیورسٹی کا رُخ کیا جاتا ہے۔ سوچ بچار اور علماء کی صحبت سے بھی علم حاصل کیا جاتا ہے۔ تحقیق، کُتب و رسائل و جرائد سے بھی علم حاصل کیا جاتا ہے اور بقول میرے 13 سالہ بیٹے کے گوگل انٹرنیٹ سے بھی علم حاصل کیا جاتا ہے۔

یہ علوم جو مختلف نوعیّتوں کے ہیں انسانی عقل اور حواسِ خمسہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ محنت، لگن، کوشش اور دُعا وہ اوزار ہیں جن سے علمی ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ تمام علوم میں سے دو قسم کے علم خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک افضل ہیں: علم الادیان اور علم الابدان۔

علم نافع الناس بھی ہوسکتا ہے اور تباہی اور بربادی کا موجب بھی۔ یہ تو انسان پر مبنی ہے کہ وہ اس خدائی استعداد کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ علم حاصل کرنے کا مقصد اپنی انا کی تسکین یا علم کا رعب ڈالنا نہ ہو بلکہ علم کے نور کو پھیلانا اور اس سے

فائدہ اٹھانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو۔ اور اس کی مخلوق کی خدمت بھی ہو سکے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ہر زمانے میں انسان کے یہ تصور کرنے کے باوجود کہ اُس نے علم میں کمال حاصل کر لیا ہے آنے والا زمانہ نت نئے علوم اور راز افشا کرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اعلان کرتا ہے:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور کوئی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اُسے نازل نہیں کرتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق۔(الحجر:22)

اور: وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ اور وہ اُس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔(البقرۃ:256)

یہ انسان کو خدا تعالیٰ کا وہ نہایت حسین پیغام ہے کہ غیب کی کوئی حد نہیں اور انسان کو ہمیشہ ہی اس تک رسائی کی اجازت دی جاتی ہے لیکن یہ رسائی معین حد تک عطا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق ہو اور انسان کو مسلسل تحقیق کی طرف مائل کرتی ہے اور یہ احساس دلاتی ہے کہ جو بھی معلوم ہے وہ دراصل غیر معلوم کا نہایت قلیل حصہ ہے۔ ہمارا آج کا علم ایک ہزار سال قبل کے علم کے مقابلہ میں کروڑوں گنا زیادہ ہے اور ممکن ہے کہ آج سے ہزار سال بعد کا علم آج کے مقابلہ میں اربوں گنا زیادہ ہو۔ جوں جوں انسان کا علم بڑھتا ہے یہ احساس دلاتا ہے کہ ہماری سمجھ کس قدر محدود ہے۔

تحقیق کے لا متناہی سفر میں یہ آیت مومنوں کے لیے ایک راہ نما بن جاتی ہے۔ ان کے لیے نہ تو کوئی خلا ہے نہ عدم، فقط پردے ہیں جو علم کے خزائن پر سے اُٹھنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اپنے علم پر جتنے بھی نازاں ہوں اس کو علم کُل سے اتنی ہی نسبت ہوتی ہے جتنی رائی کو پہاڑ سے۔ زمین پر موجود پہاڑی سلسلے تو لا محدود نہیں مگر غیبی علم کے پہاڑی سلسلے ابدی اور لا متناہی ہیں اور یہ پیغام واضح ہے کہ انسان جو علم بظاہر اپنی کاوشوں سے حاصل کرتا ہے دراصل اُس کے پسِ پردہ خدا تعالیٰ کا اذن اور فضل کارفرما ہوتا ہے۔

اور یہ خدا تعالیٰ ہی ہے جس کے اِذن اور مرضی کے بغیر انسانی جستجو اور کوشش بارآور نہیں ہو سکتی۔ حصولِ علم کی انسانی کوشش مناسب وقت پر اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب یہ کوشش تخلیقِ الٰہی کے منصوبہ کے حسبِ حال ہو۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اپنی تخلیقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ- یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں صاحبِ عقل لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آسمان و زمین کی پیدائش میں بھی اگر غور کرو تو ایک نئی شان ہے۔ دوسرے سیاروں کو تو ہم نے دُور سے دیکھا ہے اور سائنسدانوں نے اپنے علم کے مطابق کچھ اندازے لگا کر، کچھ دھندلی سی تصویریں دیکھ کر ہمیں ان کے بارہ میں بتایا لیکن ان کی گہرائی کا ہمیں پتا نہیں لیکن یہ زمین جس میں خدا تعالیٰ نے ہمیں آباد کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صناعی کے عجیب نظارے نظر آتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ یہ آیات جو آج سے چودہ پندرہ سو سال پہلے صحرائے عرب میں ایک ایسے انسان پر اتریں جس کو دنیا کا علم نہیں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے اسے کامل انسان بنا دیا۔ زمین اور آسمان کی پیدائش کے بارے میں گہرے راز بتائے اور فرمایا کہ ان چیزوں کو دیکھ کر ایک مومن انسان بے اختیار کہتا ہے کہ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے اللہ تعالیٰ تو نے ساری چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جو جھوٹ نہیں ہیں۔ پس ہمیں کبھی ایسا نہ بنا جو اس کو جھوٹ سمجھنے والے ہوں، غلط سمجھنے والے ہوں۔ اور ہم اس کی وجہ سے تیری عبادت سے بے اعتنائی کرنے والے ہوں۔ تیری عبادت نہ کرنے والے ہوں اور نتیجۃً پھر تیرے عذاب کے مورد بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’قرآن کریم میں ان لوگوں کو جو عقل سے کام لیتے ہیں اولوالالباب فرمایا ہے۔ پھر اس کے آگے فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرا پہلو بیان کیا ہے کہ اولوالالباب اور عقل سلیم بھی وہی رکھتے ہیں جو اللہ جلشانہ کا ذکر اٹھتے بیٹھتے کرتے ہیں۔ سچی فراست اور سچی دانش اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی‘‘۔ حقیقی عقل اسی کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے، اس سے مدد مانگتا ہے اور اس کی صناعی پر، اس کی مخلوق پر، اس کی پیدائش پر غور کرتا ہے۔ فرمایا کہ ’’اسی واسطے تو کہا گیا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو‘، مومن جو ہے وہ بڑا فراست والا ہوتا ہے۔’’ کیونکہ وہ الٰہی نور سے دیکھتا ہے صحیح فراست اور حقیقی دانش کبھی نصیب نہیں ہو سکتی جب تک تقویٰ میسر نہ ہو۔ اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو عقل سے کام لو۔ فکر کرو، سوچو۔ تدبر اور فکر کے لیے قرآن کریم میں بار بار تاکیدیں موجود ہیں۔ کتاب مکنون اور قرآن کریم میں فکر کرو اور پارسا طبع ہو جاؤ۔ جب تمہارے دل پاک ہو جائیں گے اور عقل سلیم سے کام لو گے اور تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے پھر ان دونوں کے جوڑ سے وہ حالت پیدا ہو جائے گی کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تمہارے دل سے نکلے گا‘‘۔ اس وقت جب یہ چیزیں ہوں گی کہ تقویٰ کی راہوں پہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2021ء سے خطاب کرتے ہوئے انصار کو توجہ دلائی کہ

’’دین کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے ہمیں تعلق باللہ میں بھی ترقی کرنی ہوگی، تقویٰ میں بھی ترقی کرنی ہوگی، اپنے علم کو بڑھانے کی کوشش بھی کرنی ہوگی، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح کاربند رہنے کے لیے بھی کوشش کرنی ہوگی۔‘‘

قدم مارو، عقل سے کام لو، خدا تعالیٰ کی طرف جھکو، قرآن کریم پر غور و فکر کرو تو تب حقیقت میں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کا مطلب سمجھ آئے گا اور پھر دل سے یہ دعا نکلے گی سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے اللہ! تُو پاک ہے۔ ہماری غلطیوں کو معاف کر۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر۔ ہمیں ہمیشہ ان راہوں پر چلا جو تیری رضا کی راہیں ہیں تا کہ ہم آگ کے عذاب سے بچتے رہیں۔ جب انسان ان باتوں کو سمجھتا ہے تب اللہ تعالیٰ جو صانعِ حقیقی ہے، جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اس کا ثبوت سامنے آجائے گا۔ اس وقت سمجھ میں آجائے گا کہ یہ مخلوق عبث نہیں بلکہ صانعِ حقیقی کی حقانیت اور اثبات پر دلالت کرتی ہے تا کہ طرح طرح کے علوم وفنون جو دین کو مدد دیتے ہیں ظاہر ہوں۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 41,42 جدید ایڈیشن)

آج انسان سائنس میں بڑی ترقی حاصل کر چکا ہے۔ یہ ترقی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت پہلے بیان کر دی تھی کہ انسان دنیا میں ہر علم میں ترقی کرے گا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز جو دنیا میں موجود ہے چاہے اس کا علم ہمیں ہے یا نہیں وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور پھر انسان پر اس رب العالمین کا یہ احسان ہے کہ جو چیزیں بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اس کو اشرف المخلوقات کے لیے فائدہ مند بنایا تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور جوں جوں دنیا تحقیق کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مختلف قسم کی پیدائش کے بارہ میں علم حاصل کر رہی ہے اس میں انسانی فوائد واضح طور پر نظر آتے چلے جا رہے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ بتاریخ 18 / جون 2004ء)

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں علم کی فضیلت ایسے بیان فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟ (الزمر:10)

اور

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خصوصاً ان کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ (المجادلہ:12)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دعا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا سکھا کر مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ دعا صرف برائے دعا ہی نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ کر اور یہ کہنے سے علم میں اضافے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ بلکہ یہ توجہ ہے کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی، جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ ہر انسان کا استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا ایک دائرہ ہے اور وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر ہمارے عمل اس قابل نہیں، ہماری عبادتیں سوز و گداز سے بھری ہوئی نہیں، ہم اللہ کی نظر میں مقبول نہیں تو لاکھ ہم ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور دوسرے لوگ آکر یہ مقام لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح قبول نہیں کرتا وہ تو یہی کہے گا کہ پہلے اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کرو، انسانی حقوق ادا کرو، پھر میرے دین کے مددگار کہلا سکتے ہو۔''

(سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے 2005ء سے خطاب)

بتائے تھے تحقیق کے بعد آج دنیا کے علم میں آرہے ہیں۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیے گئے ہیں اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ اس کے لیے کوشش اور یہ دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے ربّ! میرے علم کو بڑھا، سب سے پہلے قرآن کریم اور دینی علم حاصل کرنے کے لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کی طرف رجوع کریں، ان پر چل کر ہم دینی علم اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے راستے کھل جاتے ہیں۔'' (خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ بتاریخ 18 / جون 2004ء)

کسی بھی عمر میں علم حاصل کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''دنیا میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچپن سیکھنے کا زمانہ ہوتا ہے، جوانی عمل کا زمانہ ہوتا ہے اور بڑھاپا عقل کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی رو سے ایک حقیقی مومن ان ساری چیزوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ اس کا بڑھاپا اسے قوتِ عمل، اور علم کی تحصیل سے محروم نہیں کرتا۔ اس کی جوانی اس کی سوچ کو ناکارہ نہیں کر دیتی بلکہ جس طرح بچپن میں جب وہ بولنے کے قابل ہوتا ہے ہر بات کو سن کر اس پر فوراً جرح شروع کر دیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ فلاں بات کیوں ہے اور کس لیے ہے اور اس میں علم سیکھنے کی خواہش انتہا درجہ کی موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا بڑھاپا بھی علوم سیکھنے میں لگا رہتا ہے اور وہ کبھی بھی اپنے آپ کو علم کی تحصیل سے مستغنی نہیں سمجھتا۔ اس کی موٹی مثال ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں ملتی ہے۔ آپ کو بچپن، چھپّن سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ الہاماً فرماتا ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ساتھ ہمارا

سلوک ایسا ہی ہے جیسے ماں کا اپنے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے بڑی عمر میں جہاں دوسرے لوگ بیکار ہو جاتے ہیں اور زائد علوم اور معارف حاصل کرنے کی خواہش ان کے دلوں سے مٹ جاتی ہے اور ان کو یہ کہنے کی عادت ہو جاتی ہے کہ ایسا ہوا ہی کرتا ہے، تجھے ہماری ہدایت یہ ہے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہ کہ خدایا میرا علم اور بڑھا، میرا علم اور بڑھا۔ پس مومن اپنی زندگی کے کسی مرحلے میں بھی علم سیکھنے سے غافل نہیں ہوتا بلکہ اس میں وہ ایک لذت اور سرور محسوس کرتا ہے اس کے مقابل میں جب انسان پر ایسا دور آ جاتا ہے جب وہ سمجھتا ہے میں نے جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ لیا ہے اگر میں کسی امر کے متعلق سوال کروں گا تو لوگ کہیں گے کیسا جاہل ہے اسے ابھی تک فلاں بات کا بھی پتہ نہیں تو وہ علم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی عمر کے آدمی تھے مگر پھر بھی کہتے ہیں رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔۔۔۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ ابراہیم! تُو تو پچاس ساٹھ سال کا ہو چکا ہے اور اب یہ بچوں کی سی باتیں چھوڑ دے۔ بلکہ اس نے بتایا کہ ارواح کس طرح زندہ ہوا کرتی ہیں۔ پس ہر عمر میں ترقی علم کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ الٰہی! میرا علم بڑھا۔ کیونکہ جب تک انسانی قلب میں علوم حاصل کرنے کی ہر وقت پیاس نہ ہو اس وقت تک وہ کبھی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔'' (تفسیر کبیر جلد نمبر 5 صفحہ 469،470)

حصول ترقی وعلم کے لیے آنحضرت ﷺ نے ہمیں بعض دعائیں سکھائی ہیں، اب وہ پیش کرتا ہوں:

اے میرے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے فائدہ مند ہو اور ایسے عمل کی توفیق دے جو نیک اور مناسب حال ہو اور اس توازن کے نتیجہ میں مجھے اپنی رضا کی دولت سے مالا مال کر دے۔

اے میرے مولا! جو علم تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اُسے میرے لیے فائدہ مند بنا دے اور ہر وہ علم مجھے سکھلاتا چلا جا جو میرے لیے فائدہ مند ہو اور اے میرے خدا! مجھے علم میں ہمیشہ ترقی عطا فرما۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب صبح کی نماز ادا کرتے تو سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا کرتے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا کہ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا علم مانگتا ہوں جو نفع رساں ہو۔ ایسا رزق جو طیب ہو اور ایسا عمل جو قبولیت کے لائق ہو۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ والسنۃ۔ باب مایقال بعد التسلیم۔ حدیث نمبر 925)

علمی ترقی کے بارے میں چند احادیث پیش کرتا ہوں:

حدیث میں آتا ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔ (سنن ابن ماجہ المقدمہ باب ثواب معلم الناس الخیر)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور یہ ریاض الجنۃ (یعنی جنت کے باغ) کیا چیز ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ مجالس علمی۔ یعنی مجالس میں بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔

(الترغیب الترہیب۔ باب الترغیب فی مجالسۃ العلماء جلد نمبر ۱ صفحہ ۷۶۔ بحوالہ الطبرانی الکبیر)

ایک اور جگہ روایت ہے کہ اصل میں علم وہی ہے جس کے ساتھ تقویٰ ہو۔ لہٰذا اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کبھی کسی قسم کا علم بھی تقویٰ سے دور لے جانے والا نہ ہو۔ علم وہی ہے جو تقویٰ کے قریب ترین ہو اور تقویٰ کی طرف لے جانے والا ہو، خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہو۔

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم کی تلاش میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اپنے پر اس کے آگے بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے زمین و آسمان میں رہنے والے بخشش مانگتے ہیں یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے حق میں دعا کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی دوسرے ستاروں پر۔ اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے بلکہ ان کا ورثہ علم و عرفان ہے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ بہت بڑا نصیب اور خیر کثیر حاصل کرتا ہے۔

(ترمذی کتاب العلم باب فضل الفقہ)

ایک فلاسفر کا قول ہے کہ میں نے علم اور تجربہ میں بہت ترقیات کیں یہاں تک کہ آخری علم اور تجربہ یہ تھا کہ مجھ میں کچھ علم اور تجربہ نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ دریائے غیر متناہی علم وقدرتِ باری جل شانہٗ کے آگے ذرّہ ناچیز انسان کی کیا حقیقت ہے کہ دم مارے۔ اور اس کا علم اور تجربہ کیا شے ہے تا اس پر نازل کرے سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کیا عمدہ اور صاف اور پاک اور خدائے تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کے موافق یہ عقیدہ۔

قادرِ مطلق جس نے انسان کی رُوح اور ہر ایک مخلوق اور ہر ذرّہ کو محض اپنے ارادہ کی طاقت سے پیدا کر کے وہ استعدادیں اور قوتیں اور خاصیتیں اُن میں رکھیں جن پر غور کرنے سے ایک عجیب عالم عظمت اور قدرتِ الٰہی کا نظر آتا ہے اور جن کے دیکھنے اور سوچنے سے معرفت الٰہی کا کامل دروازہ کھلتا ہے۔ اُسی قادر توانا کی مدح اور حمد میں محو رہنا چاہیے جس کی ایجاد کے بغیر کوئی ایک چیز بھی موجود نہیں۔ وہی ایک ذات عجیب الحکمت وعظیم القدرت ہے جس کے فقط حکمی طاقت سے جو کچھ وجود رکھتا ہے پیدا ہو گیا۔ ہر ایک ذرہ اَنْتَ رَبِّی اَنْتَ رَبِّی کی آواز سے زبان کشا ہے۔ ہر ایک جان اَنْتَ مَالِکِی اَنْتَ مَالِکِی کی شہادت سے نغمہ سرا ہے۔ وہی حکیم مطلق ہے جس نے انسانی روحوں کو ایک ایسا پُر منفعت جسم بخشا کہ جو اس جہان میں کمالات حاصل کرنے اور اُس جہان میں اُن کا پورا پورا حظ اُٹھانے کے لیے بڑا بھاری یار و مددگار ہے۔ روح اور جسم دونوں مل کر اس کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور ظاہری باطنی دونوں قوتیں اُس کی شہادت دے رہی ہیں۔ وہی محسنِ حقیقی ہے جس نے وفاداری سے ایمان لانے والوں کو ہمیشہ کی رَستگاری کی خوشخبری دی اور اپنے صادق عارفوں اور سچے محبوں کے لیے اس جنتِ دائمی کا وعدہ دیا جو بدرجۂ اکمل واتم مظہر العجائب ہے، جس کی نہریں اسی دنیوی حیات میں جوش مارنا شروع

کرتی ہیں، جس کے درخت اسی جگہ کی آبپاشی سے نشوونما پاتے جاتے ہیں۔ اُس کی قدرت وحکمت ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے اور اُس کی حفاظت جو ہر ایک چیز کے شامل حال ہے اُس کی عام خالقیت پر گواہ ہے۔ اس کی حکیمانہ طاقتیں بے انتہا ہیں۔ کون ہے جو اُن کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اُس کی قادرانہ حکمتیں عمیق در عمیق ہیں۔ کون ہے جو اُن پر احاطہ کر سکتا ہے۔ ہر ایک چیز کے اندر اُس کے وجود کی گواہی چھپی ہوئی ہے۔ ہر ایک مصنوع اُس صانعِ کامل کی راہ دکھلا رہا ہے۔ موجود بوجودِ حقیقی وہی ایک رب العالمین ہے اور باقی سب اُس سے پیدا اور اُس کے سہارے سے قائم۔

خدائے تعالیٰ نے جیسے انسان کی فطرت میں مبادی امور کے کسی قدر سمجھنے کے لیے ایک عقلی قوت رکھی ہے اسی طرح انسان میں کشف اور الہام کے پانے کی بھی ایک قوت مخفی ہے جب عقلِ انسانی اپنی حدِّ مقررہ تک چل کر آگے قدم رکھنے سے رہ جاتی ہے تو اس جگہ خدائے تعالیٰ اپنے صادق اور وفادار بندوں کو کمال عرفان اور یقین تک پہنچانے کی غرض سے الہام اور کشف سے دستگیری فرماتا ہے اور جو منزلیں بذریعہ عقل طے کرنے سے رہ گئی تھیں اب وہ بذریعہ کشف اور الہام طے ہو جاتی ہیں اور سالکین مرتبۂ عین الیقین بلکہ حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی سنت اللہ اور عادت اللہ ہے جس کی رہنمائی کے لیے تمام پاک نبی دنیا میں آئے ہیں اور جس پر چلنے کے بغیر کوئی شخص سچی اور کامل معرفت تک نہیں پہنچا۔ عقلِ انسانی اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور نہ طاقت سے آگے قدم رکھ سکتی ہے اور نہ اس بات کی طرف فکر دوڑاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے انسان کو اس کے کمالاتِ مطلوبہ تک پہنچانے کے لیے صرف جوہرِ عقل ہی عطا نہیں کیا بلکہ کشف اور الہام پانے کی قوت بھی اس کی فطرت میں رکھی ہے۔ سو جو کچھ خدائے تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے وسائلِ خداشناسی انسان کی سرشت کو عطا کیے ہیں۔ ان وسائل میں سے صرف ایک ابتدائی اور ادنیٰ درجہ کے وسیلہ کو استعمال میں لانا اور باقی وسائلِ خداشناسی سے بکلی بے خبر رہنا بڑی بھاری بدنصیبی ہے اور ان قوتوں کو ہمیشہ بیکار رکھ کر ضائع کر دینا اور ان سے فائدہ نہ اٹھانا پرلے درجہ کی بے سمجھی ہے۔ سو ایسا شخص سچا فلسفی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو کشف اور الہام پانے کی قوت کو معطل اور بیکار چھوڑتا ہے بلکہ اس سے انکار کرتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29)۔ اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوئی تو یاد رکھو کہ وہ علم ترقیٔ معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 195۔ الحکم جلد 7 صفحہ 21)

محض اس علم میں کچھ شرف اور بزرگی نہیں جو صرف دماغ اور دل میں بھرا ہوا ہو بلکہ حقیقت میں علم وہ ہے کہ دماغ سے اتر کر تمام اعضاء اس سے متأدّب اور رنگین ہو جائیں اور حافظہ کی یادداشتیں عملی رنگ میں دکھائی دیں۔ سو علم کے مستحکم کرنے اور اس کے ترقی دینے کا یہ بڑا ذریعہ ہے کہ عملی طور پر اس کے نقوش اپنے اعضاء میں جمالیں۔ کوئی ادنیٰ علم بھی عملی مزاولت کے بغیر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا۔ بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہماری دائمی فتوحات کے لیے قرآن ہمیں دیا گیا ہے اور اس کے رموز اور اسرار غیر متناہی ہیں جو بعد تزکیۂ نفس اشراق اور روشن ضمیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جماعت کو بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔''**

پس اے مسیح محمدی کے پیروکارو! اے غلام احمد کے ماننے والو! ہم تو خدائے بزرگ و برتر کی اس نگاہِ محبت کے امین ہیں جو جس پیڑ پر پڑی اُسے سرسبز کر گئی، جس شاخ پر پڑی اُس کو ثمر بار کر گئی۔ ہم تو اُس رسولِ عربی کی اُمّت ہیں جس کے لیے عالم کون و مکاں مسخر کیے گئے۔ پس اے شجرِ اسلام کی سرسبز شاخو! جان لو کہ کاتبِ تقدیر نے انسانوں کی سرداری تمہارے نام لکھ دی ہے۔ اُٹھو احساسِ زیاں کی مشعلیں روشن کرو، چراغِ آرزو کو جادۂ منزل بنا دو کہ پھر

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردُوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر، اثرِ آہِ رسا دیکھ

بزرگان کی سیرت وسوانح محفوظ کرنے کی اہمیت

(انور احمد رشید۔ سویڈن)

اس کائنات میں اربوں انسان پیدا ہوئے اور گزر گئے۔ بہت کم ایسے ہیں جن کے سوانح اور حالات زندگی محفوظ کیے گئے ہوں اور اُن میں سے بھاری اکثریت سیاسی، سماجی یا عام دنیوی امور سے تعلق رکھنے والے افراد کی ہے۔ مذہبی دُنیا کے بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کے حالات محفوظ کیے گئے۔ سوال یہ ہے کہ ان دنیاوی شخصیات کے احوال نے کتنے افراد کی زندگی میں انقلاب آفرین تبدیلی پیدا کی؟ کئی عالمگیر شخصیات پر ہزاروں کتابیں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں۔ ان ہزاروں سوانح عمریوں کے نتیجہ میں کتنے افراد کی طبائع میں انقلابی تبدیلی پیدا ہوئی؟ اس کا جواب تلاش کرنا شاید اتنا آسان نہیں ہے جتنا بظاہر نظر آتا ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ روحانیت کے سرتاج بادشاہوں کی سوانح عمریوں اور افکار و حالات کے مطالعہ سے واقعی طبائع میں ایک عظیم الشان تغیّر رونما ہوتا ہے۔ حضور سرورِ کونین ﷺ اور آپ کے عشاق کی سیرت وسوانح پڑھنے سے یقیناً ایک پاک تبدیلی واقع ہوتی ہے اور یہی سوانح اکٹھا کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔ آئندہ صفحات میں بزرگانِ عالی مقام کی سیرت وسوانح کے کام کی اہمیت وعظمت کے بارہ میں بعض بابرکت ارشادات، فرمودات اور تحریرات پیش کی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعہ:4-3)

وہی وہ ذات ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو (باوجود اَن پڑھ ہونے کے) ان کو اللہ کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گویا وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس (رسول) کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ان آیات قرآنیہ میں جو پیشگوئیاں مضمر ہیں اس پر اکثر علماءِ قدیم اور بزرگانِ سلف کا اتفاق ہے کہ هٰذَا عِنْدَ نُزُوْلِ الْمَهْدِيِّ۔ یعنی ان تمام امور کا واقع ہونا امام مہدی کے نزول سے وابستہ ہے۔ سورۃ الجمعہ کی ان ابتدائی آیات میں لفظ آخَرِيْنَ کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے استفسار پر آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ زیر آیت وآخرین) یعنی اگر ایمان ثریّا ستارے پر بھی پہنچ جائے تو ضرور ان لوگوں میں سے بعض رجال یا ایک شخص اسے ثریا سے واپس لے آئے گا۔ یعنی ابنائے فارس میں سے ایک مرد یا ایک سے زائد اشخاص ایمان کو ثریّا ستارے سے واپس لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آخَرِيْنَ کو بھی ایک خاص مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ان آخَرِيْنَ میں رفقاء واصحابِ امام مہدی بھی شامل ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے امام مہدی کے اصحاب کا مرتبہ کئی مواقع پر بیان فرمایا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ (سنن نسائی کتاب الجہاد حدیث نمبر 3188)

یعنی میری اُمّت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ قرار دیا ہے۔ پہلی جماعت وہ ہے جو ہندوستان میں جہاد کرے گی اور دوسری جماعت وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوں گے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی یہ بشارت لاکھوں اصحاب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وجود کی صورت میں پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاکھوں جانثار عطا فرمائے اور مسیح موعود کی شانِ مسیحی وقوتِ قدسی کی برکت سے لاکھوں روحانی مردے زندہ ہوگئے۔ آپؑ کے رفقاء ہمارے لیے نور کے مینار اور روشن ستارے ہیں۔ عالمِ روحانی میں ہمارے لیے اتنے خزائن ہیں کہ اس پر جتنا بھی شکر خداوندی بجالایا جائے کم ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’لیکن ایک بات بڑی غور طلب ہے کہ صحابہؓ کی جماعت اتنی ہی نہ سمجھو، جو پہلے گزر چکے بلکہ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ وہ بھی صحابہ میں داخل ہے جو احمدؐ کے بروز کے ساتھ ہوں گے، چنانچہ آپ نے فرمایا: وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:4) یعنی صحابہؓ کی جماعت کو اسی قدر نہ سمجھو، بلکہ مسیح موعودؑ کے زمانہ کی جماعت بھی صحابہؓ ہی ہوگی۔‘‘

(ملفوظات جلد اول، طبع جدید ص 431)

اوّلین اور آخرین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم وتربیت پاویں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بروز ہوگا اس لیے اس کے اصحاب آنحضرت ﷺ کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 502)

اپنی جماعت کے وہ لوگ جو انتقال کر گئے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''دنیا کی دولت اور سلطنت رشک کا مقام نہیں مگر رشک کا مقام دعا ہے۔مَیں نے اپنے احباب حاضرین اور غیر حاضرین کے لیے جن کے نام یاد آئے یا شکل یاد آئی، آج بہت دعا کی اور اتنی دعا کی کہ اگر خشک لکڑی پر کی جاتی تو سرسبز ہو جاتی۔ ہمارے احباب کے لیے یہ بڑی نشانی ہے۔ رمضان کا مہینہ الحمدللہ گزر گیا۔ عافیت اور تندرستی سے یہ دن حاصل رہے۔ پھر اگلا سال خدا جانے کس کو آئے گا؟ کس کو معلوم ہے کہ اگلے سال کون ہوگا؟ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہوگا اگر اپنی جماعت کے ان لوگوں کو فراموش کر دیا جائے جو انتقال کر گئے ہیں۔'' (الحکم قادیان 6مارچ 1898ء صفحہ 2)

یہ ایسے وقت میں فرمایا کہ جب فہرست میں زندوں کے نام ثبت ہو رہے تھے۔

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا

حضورؑ فرماتے ہیں: ''اسی وجہ سے اللہ جلّ شانہٗ نے اس آخری گروہ کو مِنْھُمْ کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہ کے رنگ میں ہی ہیں۔سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاجِ نبوت کا اَور کس نے پایا۔ اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحمی وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ بہتیرے اُن میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہامِ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لیے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا۔'' (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306-307)

مبارک ہیں وہ لوگ...

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا: ''خدا تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے آدم کو پیدا کیا اور اس سے بہت مخلوق پھیلائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات پر اس کا خاص فضل ہوا اور ابراہیمؑ کو اس قدر اولاد دی گئی کہ اس کی قوم آج تک گنی نہیں جاتی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے امام کو بھی آدم کہا اور بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اس طرح پھیلنے والی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اس آدم کے ساتھ ہوں گے کیونکہ اس کی اولاد میں اس قسم کے رجال اور نساء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں خاص طور پر منتخب ہو کر اُس کے مکالمات سے مشرف ہوں گے، مبارک ہیں وہ لوگ۔''

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 4)

ہزاروں نشانات کا چلتا پھرتا ریکارڈ

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ کے وصال پر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا جو سیرت و سوانح بزرگانِ سلسلہ کے بارہ میں مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں: ''وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لیے تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں نشانات کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے۔ نمعلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے مگر بہر حال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے... ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپ کی زبان اور آپ کے کان اور آپ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعے ظاہر ہوئے... ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے... اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو ہمارے لیے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔''

(خطبہ جمعہ۔ الفضل قادیان 28 اگست 1941ء)

برکات کا زمانہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صحابہ حضرت اقدس علیہ السلام کی قدر و منزلت اور برکات خلافت کے بارہ میں 12 جنوری 1944ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہمیں ملا ہے اور ہمارے لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کیا ہم وقت پر اس چیز کی اہمیت کو سمجھتے ہیں جس اہمیت کا سمجھنا ہمارے لیے دینی اور دنیوی برکات کا موجب ہو سکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تو گزر گیا۔ اب آپ کے خلفاء اور صحابہ کا زمانہ ہے مگر یاد رکھو کچھ عرصہ کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جب چین سے لے کر یورپ کے کناروں تک لوگ سفر کریں گے اس تلاش اور جستجو میں اور اس دھن میں کہ کوئی شخص انہیں ایسا مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی ہو مگر انہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔ پھر وہ کوشش کریں گے کہ کوئی شخص انہیں ایسا مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات نہ کی ہو صرف مصافحہ کیا ہو مگر انہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔ پھر وہ کوشش کریں گے کہ کوئی شخص انہیں ایسا مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات نہ کی ہو، مصافحہ نہ کیا ہو، صرف اس نے آپ کو دیکھا ہو، مگر انہیں ایسا بھی کوئی شخص نہیں ملے گا۔ پھر وہ تلاش کریں گے کہ کاش کوئی شخص انہیں ایسا مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات نہ کی ہو، مصافحہ نہ کیا ہو، آپ کو دیکھا نہ ہو، مگر کم

از کم وہ اس وقت اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دیکھا ہو مگر انہیں ایسا بھی کوئی شخص نہیں ملے گا۔ لیکن آج ہماری جماعت کے لیے موقع ہے کہ وہ ان برکات کو حاصل کرے۔ آج کے بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے وہ دروازہ کھلا ہے جس میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی قریب ترین برکات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی برکات سے دوسرے نمبر پر ہیں، بڑی آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں مگر کتنے ہیں جو اس چیز کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ وہ اسی دُھن میں رہتے ہیں کہ افسوس انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نہ ملا۔ افسوس وہ ان برکات سے محروم رہ گئے اور اس حسرت اور افسوس میں وہ دوسری برکت جو ان کو حاصل ہوئی ہے اور جس سے فائدہ اٹھانا ان کے امکان میں ہوتا ہے وہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ رسّہ کھنچا چلا جاتا ہے، وقت گزرتا چلا جاتا ہے، فائدہ اٹھانے کا زمانہ ختم ہونے کے قریب پہنچ جاتا ہے مگر وہ پہلی برکت نہ ملنے پر ہی افسوس کرتے رہتے ہیں اور موجودہ برکت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔'' (الفضل قادیان۔15؍اپریل1944ء)

بزرگان کی تاریخ اکٹھا کرنے کی مبارک تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1988ء میں مشرقی افریقہ کے تاریخی دورہ پر تشریف لے گئے تو اس دورہ کے دوران اور اس کے بعد بھی کئی مواقع پر آپ نے احبابِ جماعت کو بزرگان کے حالات زندگی اکٹھا کرنے کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ پہلی صدی کے آخری خطبہ جمعہ فرمودہ 17؍مارچ 1989ء میں آپ نے فرمایا:

''اس امر کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ سمندر کی تہ میں بغیر مقصد کے اپنی لاشیں بچھانے والے گھونگوں کی پہلی نسل اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں ضرور فتح یاب ہوں گی اور وہ نسل سب سے بڑی فتح پانے والی ہے جو سب سے پہلے ترقی کے سلیقے سکھاتی ہے۔ پس اپنے ان بزرگوں کے احسانات کو نہ بھولیں جو خدا کی راہ میں اپنی جانیں بچھاتے رہے، جن پر احمدیت کی بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہوئیں اور یہ عظیم الشان جزیرے اُبھرے۔ وہ لوگ ہماری دعاؤں کے خاص حق دار ہیں۔ اگر آپ اپنے پرانے بزرگوں کو اِن عظمتوں کے وقت یاد رکھیں گے جو آپ کو خدا کے فضل عطا کرتے ہیں تو آپ کو حقیقی انکساری کا عرفان نصیب ہوگا۔ تب آپ جان لیں گے کہ آپ اپنی ذات میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتے۔

مَیں نے افریقہ کے دورہ میں ایک یہ ہدایت دی تھی کہ اپنے بزرگوں کی نیکیوں اور احسانات کو یاد رکھ کے ان کے لیے دعائیں کرنا یہ ایک اچھا خلق ہے کہ اس خلق کو ہمیں اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہیے۔ ان کے حالات کو زندہ رکھنا تمہارا فرض ہے ورنہ تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ اس سلسلہ میں مَیں نے ایک ملک غالباً کینیا میں ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ چنانچہ اس کمیٹی نے بڑا اچھا کام کیا اور ایک عرصہ تک ان کا میرے ساتھ رابطہ رہا اور بعض ایسے بزرگوں کے حالات اکٹھے کیے گئے جو نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ اس لیے ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اُن کی بڑائی کے لیے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کے لیے، اُن کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لیے اُن کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباء و اجداد تھے اور کس طرح وہ لوگ دین کی خدمت کیا کرتے تھے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو یہ استطاعت ہوگی کہ وہ ان واقعات کو کتابی صورت میں چھپوا دیں... مَیں امید رکھتا ہوں کہ اگر اس نسل میں ایسے ذکر زندہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بھی بلند کرے گا اور آپ یاد رکھیں گے کہ اگلی نسلیں اسی طرح پیار اور محبّت سے اپنے سر آپ کے احسان کے سامنے جھکاتے ہوئے آپ کا مقدس ذکر کیا کریں گی اور آپ کی نیکیوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ۔27مارچ1989ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک مرتبہ مجلس سوال و جواب میں فرمایا:

'' (بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے کا) الہام تو کئی رنگ میں پورا ہوا ہے... دوسری بات کپڑوں سے مراد صحابہ ہیں۔ قرآن کریم کے محاورہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے متعلق بھی کپڑوں کا لفظ آیا ہے جو پاس رہے ہیں۔ کپڑے لپٹے رہتے ہیں ناں ہر وقت انسان کے۔ تو مراد یہ ہے کہ اب تو تجھے نظر انداز کر رہے ہیں لیکن ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ دوڑ دوڑ کر تیرے صحابہ کے پاس حاضر ہوا کریں گے۔ ان سے ہاتھ ملانا ہی وہ سمجھیں گے کہ برکت کا موجب ہے۔ چنانچہ ایسا بڑی کثرت سے ہوا کرتا تھا اور ابھی تک ہو رہا ہے۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ۔9؍اپریل 2001ء صفحہ 6-5)

اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے احمدی خاندانوں کے پاس اپنے بزرگوں کی روایات یا واقعات موجود ہیں انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ ایسی روایات کو تصدیق کے بعد جماعتی اخبارات و رسائل اور کتابی صورت میں شائع کرائیں تا کہ آئندہ نسلوں کے لیے بزرگانِ احمدیت کے حالات محفوظ کیے جاسکیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ افسوس ہے کہ ہماری جماعت اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں نہایت سست واقع ہوئی ہے۔ شاید ہی کوئی اور قوم ایسی ہو جو اپنی تاریخ کو یاد رکھنے میں اتنی سست ہو جتنی ہماری جماعت ہے۔ عیسائیوں کو لے لو انہوں نے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں اتنی سستی سے کام نہیں لیا اور مسلمانوں نے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے حالات کو اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر بعض کتابیں کئی کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں لیکن ہماری جماعت باوجود اس کے کہ ایک علمی زمانے میں پیدا ہوئی ہے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں سخت غفلت سے کام لے رہی ہے۔ پس اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ لوگوں کو توجہ دینی چاہیے۔ پہلے بھی توجہ دلائی ہوئی ہے کہ اپنی تاریخ کو، اپنی خاندانی تاریخ کو یاد رکھنے کی کوشش کریں اور جو صحابہ ہیں ان کا ذکر ہونا چاہیے۔ ان کے بارے میں لکھا جانا چاہیے۔''

(خطبہ جمعہ 23؍اکتوبر 2015ء بمقام بیت الفتوح مورڈن)

اِن ارشادات سے یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ ہمارے بزرگانِ سلسلہ جنہوں نے دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف رکھی تھیں اور جنہوں نے دراصل دین کو دنیا پر مقدم رکھا ان کے حالات سے نئی نسلوں کو باخبر کرنا نہایت ضروری امر ہے۔ پس اس امر کی ضرورت ہے کہ احبابِ جماعت، جو اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں، اپنے اپنے خاندان کے بزرگان کے حالات زندگی جمع کرنے کی کوشش کریں یا کم از کم ان احباب کو مواد و مسوّدات اور معلومات فراہم کرنے کی کوشش کریں جو اس عظیم مہم میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حوالے سے اپنی ذمہ داری کو سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترم عبدالرحیم ساقی صاحب

(فرخ سلطان محمود)

مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب 31/مارچ 2020ء کو بعد از دوپہر بقضائے الٰہی انتقال کر گئے تھے۔ آپ 31/دسمبر 1934ء کو موضع رائے پور ریاست نابھہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم رحمت علی صاحب تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد مرحوم کے تایا حضرت چودھری کریم بخش صاحب رضی اللہ عنہ نمبردار آف رائے پور کے ذریعہ سے آئی۔

قیام پاکستان کے وقت ہونے والے فسادات کے دوران سکھوں نے مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب کے بھائی عبدالکریم صاحب کو شہید کر دیا تھا۔اسی طرح آپ کی والدہ اور ایک چھوٹی بہن کو بھی سکھوں کی طرف سے کیے گئے حملوں کے دوران اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے دوسری مسلم عورتوں کے ساتھ ہی ایک گہرے پانی کے کنوئیں میں کود کر اپنی جانوں کا نذرانہ دینا پڑا تھا۔ان واقعات کی وجہ سے آپ کو چھوٹی عمر میں ہی سخت صدمات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے تخت ہزارہ ضلع سرگودھا میں آ کر آباد ہو گئے جہاں آپ کے والد صاحب کو ہندوستان میں چھوڑی ہوئی اراضی کے بدلہ میں کچھ رقبہ الاٹ ہوا تھا۔ آپ کے والد محترم نے یہاں پر اپنے کاروبار کا بھی نئے سرے سے آغاز کیا۔

قیامِ پاکستان سے پہلے تخت ہزارہ میں صرف مکرم شیخ محمد رفیق صاحب مرحوم کا اکیلا گھرانہ احمدی تھا۔لیکن ہجرت کے نتیجے میں محمود پور ضلع کرنال پور (بھارت) سے قریباً 80 احمدی گھرانے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے جس کے نتیجہ میں ایک بڑی جماعت کا قیام عمل میں آیا جس کے پہلے باقاعدہ امیر مکرم شیخ محمد رفیق صاحب مرحوم اور پہلے سیکرٹری مال ساقی صاحب مرحوم کے والد محترم مقرر ہوئے۔

1954ء میں محترم ساقی صاحب مرحوم مڈل کا امتحان پاس کر کے اپنے والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں شامل ہو گئے۔شروع سے ہی خدمتِ دین کا شوق تھا۔آپ کو 1958ء سے 1968ء تک جماعت میں بطور سیکرٹری مال اور بطور قائد مجلس خدام الاحمدیہ تخت ہزارہ خدمت کی توفیق ملی۔1968ء میں آپ جماعت احمدیہ تخت ہزارہ کے امیر مقرر کئے گئے۔آپ نے مسجد سے ملحقہ مہمان خانہ تعمیر کروایا اور مرکزی نمائندگان اور دیگر مہمانان کی پُرخلوص مہمان نوازی کی توفیق احسن طور پر پاتے رہے۔13/جولائی 1974ء کو تخت ہزارہ کے شرپسندوں نے قریبی علاقوں سے غنڈوں کے مسلح جتھے منگوا کر احمدیوں کے خلاف شدید فسادات برپا کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔اس دوران مسجد کے ایک حصہ کو آگ لگا کر اس پر قبضہ کر لیا اور مہمان خانے کو بھی مکمل طور پر جلا دیا گیا۔محترم ساقی صاحب کے کریانہ سٹور کو لُوٹ کر آگ لگا دی گئی۔آپ کی کپڑے کی دکان پر بھی غنڈوں نے قبضہ کر لیا۔کئی احمدی گھروں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔اس ہنگامے کے دوران دھوئیں کے زہریلے اثرات کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو کر گر گئے۔شرپسند انھیں بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر اپنی مسجد میں لے گئے اور ان کی طرف سے خود ہی جھوٹے طور پر احمدیت سے انحراف کا اعلان کر دیا تاکہ یہ اعلان سن کر دوسرے احمدی بھی احمدیت سے منحرف ہو جائیں۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کو مسلح جتھے نے شدید تشدّد کا نشانہ بنایا۔اُن کے ظلم اور بربریت کی وجہ سے آپ ذہنی طور پر مفلوج ہو گئے۔ چنانچہ آپ کو گلبرگ لاہور میں آپ کے بھتیجوں کے پاس بھجوا دیا گیا جہاں علاج کے بعد آپ کی حالت بہتر ہوئی تو وہیں آپ نے اپنا کاروبار بھی شروع کر دیا۔

کینال پارک گلبرگ لاہور میں قیام کے دوران آپ نے وہاں کے احمدی احباب کی دینی اور تربیتی ترقی کے لیے انتھک محنت کی۔اپنے ایک عزیز کے مکان سے ملحقہ حصہ میں نماز سینٹر کا قیام عمل میں لائے جہاں پنجوقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کروایا، کلاسیں لگا کر سادہ و باترجمہ نماز اور ناظرہ و باترجمہ قرآن کریم سکھاتے اور دو صد سے زائد احمدیوں کی تربیت کر کے انہیں ایک فعال احمدی بنانے کی توفیق پائی۔گلبرگ لاہور میں قیام کے دوران آپ سیکرٹری مال بھی رہے اور اس خدمت کو 2000ء تک احسن رنگ میں نبھایا۔گھر گھر جا کر لوگوں کو مالی قربانی کی تحریک کرتے رہے اور اسی طرح چندہ کی وصولی اور یاددہانی کی ذمہ داری بھی فرداً فرداً ادا کرتے رہے۔رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح بھی پڑھایا کرتے۔ دعوت الی اللہ کا فریضہ بڑی لگن اور درد کے ساتھ سرانجام دیا کرتے۔ کینال پارک میں تبلیغی پروگرامز کا باقاعدگی کے ساتھ اہتمام کرتے جن میں ڈیڑھ صد سے زائد مہمانوں کو مدعو کر کے مرکزی مربیان کے ساتھ مجلس سوال و جواب کا اہتمام کروایا کرتے تھے۔ نیز اپنے لاہور میں قیام کے دوران محترم ساقی صاحب مسجد دارالذکر کے لیے حفاظتی ڈیوٹیاں بھی باقاعدگی سے سرانجام دیتے رہے۔

نومبر 2000ء میں آپ ہجرت کر کے لندن آ گئے اور یہاں مارچ 2020ء تک نیشنل جنرل سیکرٹری یوکے کے دفتر میں رضاکارانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔علی الصبح دفتر پہنچنے کی فکر ہوتی کہ کب اپنے دفتر پہنچیں گے۔کئی مرتبہ ناشتہ کیے بغیر ہی دفتر پہنچ جایا کرتے تھے تاکہ صبح سویرے آنے والے مہمانوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔آپ کو قرآن کریم کے ساتھ بہت محبت تھی۔روزانہ تین سیپاروں کی تلاوت کیا کرتے تھے اور رمضان کے مہینہ میں روزانہ 10 سیپاروں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔لندن میں بڑی عمر کے بعض دوستوں کو بھی قرآن کریم پڑھانے کی سعادت پائی۔آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نظام وصیت میں بھی شامل تھے۔

محترم ساقی صاحب خلافت کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور بچوں اور بڑوں کو ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے، خلیفہ وقت کا ادب اور ان کی کامل وفا کے ساتھ اطاعت کرنے کی طرف بڑے دردِ دل کے ساتھ نصائح کیا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن سب کو وقت سے پہلے بیت الفتوح مسجد میں پہنچنے کی تلقین کرتے تھے۔واقفین اور خاص طور پر مربیان کا دلی احترام اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے وجود تھے۔بچوں کے ساتھ انتہائی

باقی صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں

چند دلچسپ تحقیقی سفر...... نئے جانوروں کی تلاش

(ناصر محمود پاشا)

استاذی المحترم پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب نے متعدد بین الاقوامی سائنسی اداروں کی مدد سے پاکستان کے مختلف علاقوں میں پائے جانے والے بعض خطرناک لیکن نایاب جانوروں مثلاً سانپوں، چھپکلیوں اور مینڈکوں کی نئی اقسام کی تلاش میں غیر معمولی تحقیقی کام کیا ہے۔ اس سرگردانی کے دوران بہت سے دلچسپ واقعات اُن کی ٹیم کو پیش آتے رہے جن کا احوال انہوں نے اپنے متعدد مضامین، کتب اور ملاقاتوں میں زبانی بھی بیان کیا ہے۔

ان دلچسپ واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف سائنسی تحقیق میں ہی نہیں بلکہ کسی بھی فرد کی زندگی میں بہترین نتائج کا حصول جن امور کا مرہونِ منّت ہوتا ہے اُن میں دیانتدارانہ محنت اور مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے مقصدِ حیات کے حصول کی خاطر پُرخلوص کوشش شامل ہیں۔ محترم خان صاحب کے بیان کردہ چند منتخب واقعات ذیل میں ہدیۂ قارئین ہیں:

محترم خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ سائنسی تحقیقی سفروں کے دوران عام طور پر ہم ہوٹلوں میں کمرے کرائے پر لے کر ٹھہرتے تھے۔ یہ کمرہ ہمارا بیس کیمپ (Base Camp) بھی ہوتا اور پکڑے ہوئے جانوروں کو سائنسی طریق پر محفوظ رکھنے کے لیے سائنسی مواد (فارملین، پلاسٹک ٹریز، خاص قسم کے لفافوں اور پلاسٹک مرتبانوں) کا ذخیرہ بھی یہاں موجود ہوتا۔

قدرتی ماحول میں کچھ جانور دن کے وقت بلوں وغیرہ سے نکل کر کھاتے پیتے ہیں جنہیں Diurnal کہا جاتا ہے اور کچھ جانور رات کے اندھیرے میں متحرک ہوتے ہیں جو Nocturnal کہلاتے ہیں۔

ہمارے سفری بیگوں میں بیٹریاں اور بیٹری سیل بھی ہوتے۔ ہماری کولیکشن ٹیم سہ پہر کے وقت اپنے سفر کا آغاز کرتی اور رات گئے واپس لوٹتی تا کہ ہم دونوں قسموں کے جانوروں کو پکڑ سکیں۔ ٹیم کے ہر ممبر کی جیب میں ایک سیٹی (وسل) ہوتی، اگر رات کے وقت وہ پارٹی سے الگ ہو جاتا یا خطرہ محسوس کرتا تو سیٹی کے ذریعے باقی ٹیم کو اپنی لوکیشن سے مطلع کرتا۔

جنگل بیابان میں چلتے وقت چھڑی سے جھاڑیوں وغیرہ کو ہٹا کر ان کے نیچے دیکھتے جاتے، دوڑتے ہوئے جانور کو چھڑی کے وار یا بندوق سے زخمی کرتے اور پھر اس جانور کو پکڑ کر جار میں محفوظ کر لیتے۔ رات کے اندھیرے میں ٹارچ لائٹ سے دیواروں، پُلوں، درختوں کے تنوں میں، دراڑوں اور درزوں میں چھپی ہوئی چھپکلیوں وغیرہ کے لیے جائزہ لیتے رہتے۔ ان سفروں میں بے شمار رکاوٹیں بھی پیدا ہوتیں اور بہت دلچسپ واقعات بھی رونما ہوتے۔

1983ء میں پاکستان سائنس فاؤنڈیشن نے پوٹھوہار کے مینڈکوں، کرلوں اور سانپوں کی اقسام کے مطالعہ کے لیے ریسرچ گرانٹ منظور کی۔ پوٹھوہار کے دورے کے لیے ہمیں موسمِ گرما کی چھٹیوں کا انتظار تھا۔ اس سے دو سال پہلے WWF-Pakistan کی گرانٹ کے تحت ہم ڈیرہ غازیخان، راجن پور اور ڈیرہ اسماعیل خان کے جانوروں کا مطالعہ کر چکے تھے۔

میری ٹیم میں میرے علاوہ تین طلبہ شامل تھے۔ اس سال موسمِ گرما کی چھٹیوں کے ساتھ ہی رمضان مبارک کا مہینہ شروع ہو گیا تھا اس لیے ہمارا رمضان کے بعد دو ہفتے کے لیے اپنے پراجیکٹ کو شروع کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔

اپنے باقاعدہ سفر کے آغاز سے چند دن قبل، رمضان المبارک کے دوران ہی ہم ربوہ سے سرگودھا ایکسپریس کے ذریعے اپنے پراجیکٹ کے سامان کی خریداری کے سلسلے میں لاہور پہنچے۔ جنرل ضیاء الحق کے دَور کی ابتدا تھی۔ پولیس کے خوف سے دن کے دوران ہوٹل اور ریستوران وغیرہ بند ہو جاتے۔ دوپٹے اور نماز پر زور تھا۔ اذان کے ساتھ ہی دکانوں پر تالے پڑ جاتے۔ آئے دن اخبارات میں روزہ خوروں، بے نمازوں کو قید اور پولیس کے ہاتھوں پٹائی کی خبروں نے ملک بھر میں خوف کی فضا طاری کر رکھی تھی۔ عقب انارکلی میں scientific stores تھے جہاں سے ہمیں ان تمام پابندیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے تین بجے سہ پہر تک خریداری مکمل کرنا تھی تا کہ واپسی کے لیے چار بجے سرگودھا ایکسپریس پر سوار ہو سکیں۔ جیسے تیسے ہوا خریداری مکمل کر کے تین بجے اسٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی چھوٹنے میں ایک گھنٹہ تھا۔ بھوک پیاس سے برا حال تھا۔ ایک ساتھی نے بتایا کہ اسٹیشن کے عقب میں چھوٹے چھوٹے ہوٹل ہیں جہاں سے کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے کیبنوں کے دروازوں پر بوریوں کے پردے پڑے تھے۔ اندر سے لوگوں کی باتیں کرنے، کھانے اور برتنوں کے ٹکرانے کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اندر لمبے لمبے میزوں پر کئی لوگ کرسیوں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک میز خالی دیکھ کر ہم بھی وہاں بیٹھ گئے اور کھانے کا آرڈر دے دیا۔ حیرانی تھی کہ بیرے نے ہماری تعداد کے مطابق پیسے پہلے ہی وصول کر لیے تھے۔ بہر حال ابھی چار چھ لقمے لیے ہوں گے کہ دفعتاً ایک باوردی سپاہی بڑے جلال میں پردے سے نمودار ہوا اور للکارا: ”روزہ خورو! بازو اوپر کر کے کھڑے ہو جاؤ۔“ اس کے ساتھ ہی پانچ باوردی سپاہیوں کا جتھا داخل ہوا۔ ہوٹل والا اور اس کے کارندے چپ چاپ کھڑے مسکراتے ہوئے ہماری پریشانی کا تماشا دیکھتے رہے جیسے یہ ان کے لیے روز روز کا تماشا تھا۔ مگر اس آفت ناگہانی نے ہمارے جسموں میں کپکپی طاری کر دی تھی۔ بھوک پیاس سے پہلے ہی مرے جا رہے تھے، دل ہی دل میں سٹپٹائے کہ کیوں نہ بھوک پیاس برداشت کر لی۔

دو سپاہی آگے بڑھے۔ وہیں سے برتن پکڑا اور اس میں بوٹیوں سمیت سالن ڈالا۔ تیسرے نے دسترخوان میں پندرہ بیس گرم گرم روٹیاں لپیٹ کر بغل میں

دبالیں۔ پھر ہمیں باہر نکل کر لائن میں کھڑا ہونے کا حکم ہوا اور ریلوے اسٹیشن کی بغل میں قائم نولکھا پولیس سٹیشن میں چلنے کے لیے کہا گیا۔ اسی دوران ایک سپاہی میرے پاس آیا اور پوچھا: بزرگو! تساں کتھے جاناایں؟ (تم نے کہاں جانا ہے؟)

''ربوہ'' میرا جواب تھا۔ وہ بولا: ''اپنے ساتھیاں دے نال قطار وچوں نکل جاؤ، تواڈی گڈی آن والی اے۔'' (اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قطار میں سے نکل جاؤ، تمہاری گاڑی آنے والی ہے۔) چنانچہ اللہ کا شکر کرتے ہوئے ہم ملزموں کی قطار میں سے ایسے الگ ہوئے جیسے مکھن سے بال۔ ہمارے قطار سے نکلتے ہی روزہ خوروں کی وہ قطار آہستہ آہستہ تحلیل ہوتی گئی اور سپاہیوں کی ٹولی ہماری حالتوں کی نقلیں اُتارتی، ہنستی، قہقہے لگاتی، گرم گرم کھانا اٹھائے نولکھا پولیس چوکی کی طرف مُڑ گئی۔ ریلوے سٹیشن پر ہمارا وہ ساتھی جو سامان کی حفاظت میں بیٹھا کھانے کا انتظار کر رہا تھا، ہمارے لٹکے ہوئے چہرے دیکھ کر ساری کہانی سمجھ گیا۔

اس واقعہ کو ایک عرصہ گزر چلا ہے مگر جو خجالت اور اذیت ہمیں برداشت کرنے کو ملی مَیں ابھی تک اسے بھول نہیں پایا۔

ہماری کولیکشن ٹیم کی ہیئتِ کذائی کچھ ایسی تھی کہ چار پانچ لوگ اپنے ہاتھوں میں چھڑیاں، ایئر گن، سروں پر پی کیپس اور کندھوں سے سفری بیگ لٹکائے ہوئے جب مختلف شہروں اور دیہات کے بازاروں اور گلیوں میں سے گزرتے تو لوگ حیرت سے ہمیں دیکھتے۔ کبھی کبھار تو یہ عوامی ردّعمل ہمارے لیے پریشانی کا باعث بھی بن جاتا۔ ایک موقع پر ہم ربوہ سے آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں کولیکشن کا پروگرام بنا کر جب ربوہ سے راولپنڈی پہنچے اور وہاں بسوں کے اڈے پر آزاد کشمیر جانے والی بس کا انتظار کر رہے تھے تو اچانک محکمہ وائلڈ لائف (Wild Life) کے کارندوں نے ہمیں روک لیا اور تھانے لے گئے۔ وہاں تفتیش شروع ہوئی:

سوال: اس بندوق کا لائسنس کہاں ہے؟

جواب: جی یہ تو ایئر گن ہے، جس کا لائسنس نہیں ہوتا۔

سوال: یہ اسلحہ آپ کیوں لیے پھر رہے ہیں؟

جواب: ہم ریسرچ کے سلسلے میں کِرلے، سانپ وغیرہ پکڑتے ہیں۔ بعض دفعہ تیز رفتار جانوروں کو پکڑنے کے لیے شوٹ کرنا پڑتا ہے۔

سوال: آپ کے پاس جنگلی جانوروں کو مارنے کا اجازت نامہ ہے؟

جواب میں ہم نے سائنس فاؤنڈیشن کا خط دکھلا دیا تو اس طرح ہماری خلاصی شام گئے تک ہوگئی لیکن تب تک سب بسیں نکل چکی تھیں۔ چنانچہ ہمیں مجبوراً ایک ہوٹل میں وہ رات گزارنا پڑی اور اگلے دن روانہ ہونا پڑا۔

ایک بار تو حالات بہت ہی خراب ہوتے ہوتے بچے۔ ہم بلوچستان میں کولیکشن کر رہے تھے تو کوئٹہ کے گردونواح سے مطلوبہ جانور اکٹھے کرنے کے بعد جب ہم مستونگ پہنچے تو وہاں میرا رابطہ گورنمنٹ کالج میں میرے دوست پروفیسر مجید صاحب سے تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مَیں ان کے علاقے میں آرہا ہوں تو انہوں نے ہمیں اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں!

موصوف وہاں زوالوجی کے پروفیسر اور ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اُن کے پاس ہم کالج ہوسٹل میں تین چار دن ٹھہرے۔ مستونگ کا علاقہ سنگلاخ پہاڑی سلسلہ ہے جس کے دامن میں ندی نالوں کے علاوہ صحرائی علاقہ بھی ہے۔ ان ندی نالوں میں (لٹریچر کے مطابق) ایک خاص قسم کا بلوچستانی مینڈک ریکارڈ کیا گیا تھا جو شام ڈھلے اپنی پناہ گاہوں سے نکلتا ہے۔ اسی مینڈک کی تلاش میں ہم وہاں پہنچے تھے، لیکن تب تک دن ڈھل چکا تھا۔ میں نے اپنے تھکے ہوئے ساتھیوں کو ہوسٹل بھیج دیا اور خود اس مینڈک کی تلاش میں سرگرداں رہا۔

شام کے جھٹپٹے میں مَیں نے دو تین مینڈک پکڑ لیے تو پھر مستونگ شہر میں کالج کے ہوسٹل کی طرف چل پڑا۔ چونکہ گہرا اندھیرا ہو چکا تھا اور مَیں ایک صحرائی علاقے میں سے گزر رہا تھا اس لیے راستہ بھول گیا۔ جب اچانک مجھے احساس ہوا کہ راستہ بھول گیا ہوں تو مستونگ شہر کی روشنیاں میرے چاروں طرف پھیل گئی تھیں۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میری منزل کس سمت میں ہے اور کتنے فاصلے پر ہے۔ پریشانی کے عالم میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔ اسی تردّد میں تھا کہ کس طرف جاؤں کہ مَیں نے دُور سے کسی مشین کے چلنے کی گھر گھر کی سی آواز سنی۔ مَیں اُسی طرف چلتا چلا گیا تو مجھے اندھیرے میں ایک کھڑکی میں مدھم سی روشنی دکھائی دی لیکن ساتھ ہی میرے پاؤں پانی میں جا پڑے اور مَیں گرتا گرتا بچا۔ پھر مَیں اندھیرے میں ہی کھڑکی کی طرف بڑھا۔ یہ ایک چھوٹا سا کچا کمرہ تھا جس میں سے ٹیوب ویل کے چلنے کا شور آرہا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ جیسے ہی مَیں دروازے میں داخل ہوا تو میں نے سامنے ایک داڑھی بردار نوجوان کو دیکھا جو مجھ پر بندوق تانے کھڑا تھا۔ وہ بلوچی لہجے میں اردو میں پکار رہا تھا: ٹھہرو! کون ہو تم؟

مَیں نے خطرہ بھانپ کر اُونچی آواز میں اُسے السلام علیکم کہا۔ اور کہا: مسلمان، مسلمان۔ ساتھ ہی اپنا سامان نیچے رکھ کر دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا دیے۔ پھر اُسے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ بھائی میں نے مستونگ جانا ہے اور راستہ بھول گیا ہوں۔ میرے جواب سے مطمئن ہو کر اُس نے بلوچی اردو میں مجھے ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے اپنا سامان وہاں رکھنے کو کہا۔

چھوٹے سے کمرے میں ایک طرف ٹیوب ویل کی مشین چل رہی تھی اور شور مچا رہی تھی۔ دوسری طرف کمرے کے کچے فرش پر گھاس سے بنی ہوئی دو تین چٹائیاں بچھی تھیں۔ دو تین چوہیاں اِدھر اُدھر بھاگ پھر رہی تھیں۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا، وضو کیا اور قبلے کی سمت دریافت کر کے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ ابھی مَیں چٹائی پر لیٹنے کی تیاری کر رہا تھا کہ میرے میزبان نے کھانے کی پوٹلی کھولی اور مجھے بھی کھانے کی دعوت دی۔ سخت بھوکا تو تھا ہی۔ سوکھی روٹی کے ساتھ آلو کی بھجیا تھی۔ ٹیوب ویل کے نمکین پانی سے کھا کر خوب مزا آیا۔ پھر چٹائی پر لیٹتے ہی شدید تھکاوٹ اور نیند کے غلبے سے بے ہوش ہو گیا۔

صبح سات آٹھ بجے آنکھ کھلی تو جسم کا انگ انگ درد کر رہا تھا۔ دو تین انگڑائیاں لے کر اُٹھ بیٹھا۔ وضو کیا، نماز پڑھی اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ٹیوب ویل بند تھا، میرا رات کا ساتھی اپنا سامان سمیٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ مَیں نے بھی اپنا سامان سمیٹا۔ ہم نے مصافحہ کیا۔ اُس نے ٹیوب ویل کی کوٹھڑی کو تالا لگایا۔ میرے پوچھنے پر اس نے اپنا نام میر خان جتوئی بتایا اور مجھے مستونگ میں میری منزل کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے بتا دیا۔ پھر سلام کہہ کر وہ ساتھ والی پہاڑی کی طرف چل دیا اور مَیں مستونگ شہر کی طرف۔ مَیں ابھی کچھ ہی دُور چلا تھا کہ مجھے ایک ٹیلے کی اوٹ سے اپنے میزبان پروفیسر اور اپنی ٹیم کے ممبران ایک سپاہی کی معیت میں آتے ہوئے نظر آئے۔ اُنہوں نے مجھے دیکھتے ہی خوشی سے دُور سے ہی السلام علیکم کہا اور مجھ سے حال احوال دریافت کیا۔ مَیں نے مختصراً رات کی کہانی کہہ سنائی۔ پروفیسر صاحب نے ایک لمبا ٹھنڈا سانس لے کر اپنی بپتا یوں سنائی کہ ہم نے آپ کا رات گئے تک انتظار کیا اور پھر گھبراہٹ میں مَیں نے پولیس سٹیشن فون کیا تو مجھے ساری ٹیم

کو لے کر تھانے آنے کے لیے کہا گیا۔ ہم وہاں پہنچے تو پہلے ہمارے بیان لیے گئے اور پھر اس شبہے میں کہ آپ کو آپ کی ٹیم نے قتل کر دیا ہے، ہم سب کو حوالات میں بند کر دیا گیا جہاں ہم نے رات گزاری۔ پھر صبح ہوتے ہی ہم ایک سپاہی کی سرکردگی میں آپ کی تلاش میں نکلے تھے۔ شکر ہے آپ بخیریت ہمیں مل گئے ورنہ پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا۔

چنانچہ ہم واپس مستونگ تھانے میں پہنچے جہاں مَیں نے اپنا بیان ریکارڈ کرایا اور اس ثبوت کے طور پر کہ ہم سرکاری ڈیوٹی پر ہیں سائنس فاؤنڈیشن کا خط اور اپنا شناختی کارڈ وغیرہ انہیں پیش کیا۔ اس طرح ہماری جان بخشی ہوئی۔

تب تک ہمیں ربوہ سے نکلے تقریباً ایک ہفتہ ہو چلا تھا اور پھر مستونگ میں رات کی ناگہاں پریشانی نے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ صرف ایک دن کوئٹہ کے گردونواح میں کولیکشن کر کے واپس ربوہ چلا جائے۔ اگرچہ کوئٹہ کے نواحی پہاڑی علاقوں میں ہم دو دن کولیکشن کر چکے تھے۔ چنانچہ واپسی سے پہلے ہم نے کوئٹہ کے اردگرد ریگستانی اور نخلستانی علاقوں کو کولیکشن کے لیے منتخب کیا۔

بلوچستان اور سندھ میں پہاڑوں سے بارش یا برف کے پگھلنے سے پانی زیرزمین قدرتی ندی نالوں (جنہیں کاریز کہا جاتا ہے) کے ذریعے میدانی علاقوں میں بہنے لگتا ہے جہاں سے اسے نکال کر آبپاشی اور انسانی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ کاریز میں بہتے ہوئے پانی میں کائی کے لچھوں کے درمیان مختلف مچھلیاں اور مینڈک ہمیں ملے جن میں خاص طور پر ایک ایسا مینڈک بھی تھا جس کی ہمیں مستونگ میں تلاش تھی۔ وہ یہاں وافر تعداد میں موجود تھا۔ اس کے علاوہ پانی کے گردگھاس میں مختلف اقسام کے کِرلے بھی ہمیں ملے۔ چنانچہ اگلے دو دنوں میں ہم نے مختلف ہیبیٹیٹ سے کولیکشن کی۔

میدانی علاقوں میں مختلف اطراف سے آنے والی کاریزوں کا پانی جمع ہو کر جھیلیں بناتا ہے۔ ان جھیلوں کے اردگرد خودرو درختوں اور جھاڑ پھونس پر نخلستانوں کے صحرائی جنگلی چرند پرند بسیرا کرتے اور پتوں اور پھلوں پر چرتے ہیں جبکہ نخلستانوں کے خوشگوار ماحول میں علاقائی صحرائی کِرلے اور سانپ رہتے ہیں اور آبی کیڑے مکوڑوں کا شکار کرتے ہیں۔ یہاں ہمیں کچھ ایسے جانور بھی ملے جو اس سے پہلے ہم نے ریکارڈ نہیں کیے تھے۔ بہرحال ہم دو دن ان صحرائی جانوروں کی تلاش میں سرگرداں رہنے کے بعد واپس ربوہ روانہ ہوئے۔

بقیہ از صفحہ 12: حضرت میر خلیل الرحمٰن صاحب

ایک بھتیجے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نئے نئے مولوی بن کر آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تایا کے خلاف یہ فتویٰ دے دیا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں اور آپ کی ازواج کے نکاح منسوخ ہو گئے ہیں۔ پھر آپ کی تینوں ازواج کو اپنے اپنے میکے چلے جانے پر مجبور کیا گیا۔ خالوجان نے انہیں کہا کہ وہ جو کچھ بھی روپیہ پیسہ زیور کپڑے لے جا سکتی ہیں، لے جائیں۔ اس طرح سے وہ سب روتی دھوتی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے خاوند سے جدا کر دی گئیں۔

آپ نے احمدیت کی سچائی کی خاطر ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ تاہم گھر والوں کی سختی بڑھتی جاتی تھی۔ بالآخر آپ کو عاق کر دینے کا فیصلہ کیا گیا اور تمام جائیداد اور وراثت سے محروم کر دیا گیا۔ یہ سوچ کر شاید کہ آپ ان سختیوں اور تنگیوں سے واپس لَوٹ آئیں اور احمدیت کا انکار کر دیں مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

خالوجان نے جب دیکھا کہ اب آپ کا کچھ بھی وہاں نہیں رہا اور اپنے بیگانے ہو گئے ہیں تو آپ نے سچائی کی خاطر اور مولیٰ کی رضا کی خاطر اپنے وطن کو خیرباد کہا اور وہاں سے ہجرت کر کے پانی پت آ گئے۔ آپ نے حساب کتاب کے کچھ کورس پاس کیے ہوئے تھے حالانکہ بظاہر ان کی آپ کو کوئی ضرورت نہ تھی لیکن آپ کے مولیٰ کو معلوم تھا کہ ایک دن آپ کو ان کی ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ آپ نے انہی کورسز کی بنا پر محکمۂ انہار میں ملازمت کر لی اور گرداور ہو گئے۔

آپ وہاں المشہور ’’کوٹھی لوہاری‘‘ میں فروکش ہوئے۔ ہر جمعہ کو قادیان آ کر جمعہ کی ادائیگی فرماتے۔ آنے جانے اور میل ملاپ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تنہائی کا یہ علاج فرما دیا کہ میری خالہ جان مسعودہ بانو صاحبہ بنت حضرت حشمت اللہ خانؓ صاحب کے ساتھ آپ کا عقد ہو گیا۔ اگرچہ کئی عزیزوں نے مخالفت کی اور اسے ایک بے جوڑ رشتہ قرار دیا اور کئی طرح کی باتیں کیں مگر ہمارے نانا جان نے ایک ہی جواب دیا کہ خلیل الرحمٰن نے احمدیت کی خاطر جو قربانی دی ہے اس کی وجہ سے میں اپنی بیٹی اس کی خاطر قربان کر سکتا ہوں۔ اس میں تقویٰ ہے اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات) کو سب پر فوقیت ہے۔ چنانچہ میں نے ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ یہ سچ مچ قابلِ رشک جوڑا تھا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

بقیہ از صفحہ 21: محترم عبدالرحیم ساقی صاحب

شفقت اور محبت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ ہر ملنے والا آپ کے اخلاق کا دلدادہ ہو جاتا تھا۔ دفتر جنرل سیکرٹری میں آنے والوں کو انتہائی محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ کھڑے ہو کر اور آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا کرتے تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب ہر ایک کو اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر پیش کیا کرتے تھے۔ ان کی مہمان نوازی کے وصف کا تذکرہ انگلستان اور دیارِ غیر سے آنے والے سینکڑوں احباب جماعت نے ان کی وفات کے بعد اپنے تعزیتی پیغامات میں کیا ہے کہ مسجد بیت الفتوح میں آنے والوں کی شائستگی کے ساتھ راہنمائی کیا کرتے تھے بلکہ خود ساتھ جا کر ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ دفتری کام بڑی ہی تسلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ سرانجام دیا کرتے تھے۔ کبھی بھی چہرے پر کسی قسم کی تھکاوٹ یا کام کے بوجھ کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اس عمر میں بھی نوجوانوں کی طرح مستعد اور چست ہو کر خدمات بجا لاتے رہے ہیں۔ ہسپتال میں داخل ہونے تک اپنا ہر کام، چاہے عبادت ہو یا گھر کے کام کاج، پوری مستعدی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو 60 سال سے زائد عرصہ تک رضاکارانہ طور پر خدمات دینیہ بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپ کے ایک بیٹے مکرم خالد محمود عامر صاحب (سابق صدر جماعت احمدیہ کولیئرز وُڈ) بھی سالہا سال سے مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں اور اس وقت دفتر جلسہ سالانہ یوکے اور مجلس انصاراللہ کے دفاتر میں رضاکارانہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اسی طرح محترم ساقی صاحب مرحوم کی نسل میں کئی افراد خدمت دین میں پیش پیش ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 2 بیٹے، 5 بیٹیاں، متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں نیز اُن کی اولادیں چھوڑی ہیں۔